حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل کے متعلق شہادت

(فرمودہ ۹؍ستمبر ۱۹۳۸ء)

تشہّد ،تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

''میرا آج کا خطبہ بھی گزشتہ دونوں خطبات کے تسلسل میں ہی ہے۔گزشتہ خطبہ میں مَیں نے اس امر پر بحث کی تھی کہ اصولی طور پر بائیبل قرآن اور احادیث سے انبیاء کے متعلق کیا معلوم ہوتا ہے کہ آیا وہ قتل ہوسکتے ہیں یا نہیں۔آج مَیں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق خصوصیت کے ساتھ جو باتیں تاریخ یا احادیث یا بائیبل سے ثابت ہیں ان کو بیان کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کا مقام ایسا مقام نہیں ہے جو شُبہات پیدا کرنے والا ہو کیونکہ حضرت یحییٰ علیہ السلام ایک ایسے زمانے میں ظاہر ہوئے جبکہ تاریخ مدون ہونی شروع ہوگئی تھی۔بعض انبیاء بے شک ایسے زمانوں میں ہوئے ہیں جبکہ تاریخ ابھی مدون ہونی شروع نہیں ہوئی تھی اور اُس وقت کے انبیاء کی نسبت حقیقت کا معلوم کرنا بہت مشکل ہے مثلاً حضرت شیث علیہ السلام کے متعلق بڑے اختلافات ہیں۔حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق بڑے اختلافات ہیں۔حضرت ایوب علیہ السلام کے متعلق بڑے اختلافات ہیں۔کیونکہ یہ لوگ ایسے زمانوں میں ہوئے ہیں جبکہ تاریخ کی تدوین ابھی شروع نہیں ہوئی تھی اور چونکہ ان انبیاء کے حالات کا مدار زیادہ تر سُنی سنائی باتوں پر تھا۔اس لئے ان کے متعلق بہت سے اختلافات ہوگئے مگر حضرت یحییٰ علیہ السلام ایک ایسے نبی ہیں جن کے زمانے سے تاریخ کی تدوین

شروع ہوئی تھی۔ گو تاریخ کی اصل تدوین رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے شروع ہوئی ہے۔ مگر بہر حال حضرت یحییٰ علیہ السلام کے زمانہ سے اس کی بنیاد پڑنی شروع ہوگئی تھی۔

پس جبکہ حضرت یوحنا یا حضرت یحییٰؑ جیسا کہ قرآن کریم میں ان کا نام آتا ہے۔ ایک تاریخی آدمی ہیں۔ تو ان کے متعلق تاریخی شہادتیں ہمارے لئے بہت کچھ روشنی کا موجب ہوسکتی ہیں۔ کیونکہ ایک نبی کی اپنی جماعت ممکن ہے کسی ایسے معاملہ میں جو ان کے مفید پڑتا ہو مبالغہ سے کام لے ممکن ہے دشمن بھی ایسے معاملہ میں جو اس کے حق میں ہو مبالغہ سے کام لے مگر جب دوست دشمن متفق ہوں اور جب ایک تیسرا بے تعلق شخص بھی وہی بات کہے اور پھر وہ اس بات کو تاریخ میں اسی وقت لکھ دے اور وہ تاریخ محفوظ چلی آئے تو اس کے متعلق اگر شکوک وشبہات شروع کردیئے جائیں تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ ہمیں ہر بات میں شک کرنا پڑے گا۔ یہی وجہ ہے کہ جب بعض لوگوں نے شک کرنا شروع کردیا تو انہوں نے اس حد تک لکھ دیا۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وجود ہی نہ تھا۔ اور بعض نے لکھ دیا کہ حضرت عیسیٰ کا وجود وہمی وجود ہے اور بعض نے یہ لکھ دیا ہے کہ بدھ کوئی آدمی ہی نہیں ہوئے تو اگر ان صداقتوں کا انکار کیا جائے جو تاریخی ہوں اور جن کا مخالف وموافق اقرار کرتے ہوں۔ تو پھر کوئی ٹھکانا ہی نہیں رہتا۔ چنانچہ دیکھ لو چکڑالوی فرقہ کے لوگوں نے جب شک کیا تو یہ کہنا شروع کردیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہ نماز نہیں پڑھتے تھے جو آجکل لوگ پڑھتے ہیں۔

یہ نماز لوگوں نے بعد میں بنالی ہے کیونکہ اس کا ذکر بقول ان کے قرآن میں نہیں ہے۔ اسی طرح بیسیوں واقعات وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے تاریخوں میں پڑھتے ہیں۔ مگر چونکہ وہ انہیں اپنے فہمِ قرآن کے رو سے قرآن کریم کے احکام کے مطابق نہیں سمجھتے۔ اس لئے تاریخی شہادتوں کا بالکل انکار کردیتے ہیں۔ اس میں کوئی شُبہ نہیں کہ بعض دفعہ تاریخ بھی غلطی کرجاتی ہے مگر جب تاریخ اور مذہب اور قومی روایات تینوں باتیں جمع ہوں تو پھر ان کو ردّ کرنا انسان کو ایسے مقام پر کھڑا کردیتا ہے کہ اس کے لئے کوئی چیز ثابت کرنی ممکن ہی نہیں رہتی اور دنیا کی نگاہوں میں بھی اس کی عزت جاتی رہتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے میں نے یہ واقعہ سنا ہؤا ہے۔ آپ فرمایا کرتے کہ کوئی شخص تھا

جو بڑا بزرگ کہلاتا تھا کسی بادشاہ کا وزیر اتفاقاً اس کا معتقد ہوگیا اور اس نے ہر جگہ اس کی بزرگی اور ولایت کا پروپیگنڈا شروع کر دیا۔اور کہنا شروع کر دیا۔ کہ وہ بڑے بزرگ اور خدارسیدہ انسان ہیں۔ یہاں تک کہ اس نے بادشاہ کو بھی تحریک کی اور کہا کہ آپ ان کی ضرور زیارت کریں چنانچہ بادشاہ نے کہا اچھا میں فلاں دن اس کے پاس چلوں گا۔وزیر نے یہ بات فوراً اس بزرگ کے پاس پہنچا دی اور کہا کہ بادشاہ فلاں دن آپ کے پاس آئے گا آپ اس سے اس طرح باتیں کریں تا کہ اس پر اثر ہو جائے ۔ اور وہ بھی آپ کا معتقد ہو جائے ۔ معلوم نہیں وہ بزرگ تھا یا نہیں مگر بے وقوف ضرور تھا۔ جب اسے اطلاع پہنچی کہ بادشاہ آنے والا ہے اور اس سے مجھے ایسی باتیں کرنی چاہئیں جن کا اس کی طبیعت پر اچھا اثر ہو تو اس نے اپنے ذہن میں کچھ باتیں سوچ لیں ۔اور جب بادشاہ اس سے ملنے کے لئے آیا تو وہ کہنے لگا۔ بادشاہ سلامت آپ کو انصاف کرنا چاہیے دیکھئے مسلمانوں میں سے جو سکندر نامی بادشاہ گزرا ہے وہ کیسا عادل اور منصف تھا اور اس کا آج تک کتنا شُہرہ ہے۔حالانکہ سکندر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے سینکڑوں سال پہلے بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی پہلے ہو چکا تھا مگر اس نے سکندر کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کا بادشاہ قرار دے کر اسے مسلمان بادشاہ قرار دے دیا۔جس کے معنے یہ ہیں کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی سینکڑوں سال بعد ہوا تھا۔ کیونکہ سکندر خلافتِ اربعہ کے زمانہ میں تو ہو نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ اس وقت خلفاء کی حکومت تھی ۔حضرت معاویہ کے زمانہ میں بھی نہیں ہوسکتا ۔ کیونکہ اس وقت حضرت معاویہ تمام دنیا کے بادشاہ تھے ۔بنوعباس کے ابتدائی ایامِ خلافت میں بھی نہیں ہوسکتا تھا کیونکہ اس وقت وہی روئے زمین کے حکمران تھے پس اگر سکندر مسلمان تھا تو وہ چوتھی پانچویں صدی ہجری کا بادشاہ ہوسکتا ہے حالانکہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سینکڑوں سال پہلے گزرا ہے۔تو وہ جو سینکڑوں سال پہلے کا بادشاہ تھا اسے اس شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی امت میں سے قرار دے دیا۔نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ اس سے سخت بدظن ہو کر فوراً اُٹھ کر چلا گیا۔

تاریخ دانی بزرگی کے لئے شرط نہیں مگر یہ مصیبت تو اس نے آپ سہیڑی۔ اسے کس نے کہا تھا

کہ وہ تاریخ میں دخل دینا شروع کر دے۔ تو تاریخ کا انکار اور ایسی تاریخ کا انکار جس کو غلط کہنے کی کوئی معقول وجہ نہ ہو لوگوں کی نگاہ میں انسان کو گرا دیتا ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام بھی ایک ایسے زمانہ میں ہوئے ہیں جو تاریخی زمانہ ہے اور اسی وقت سے کچھ نہ کچھ عیسائیت کی اور کچھ نہ کچھ یہودیت کی تاریخ مدوّن ہوتی نظر آتی ہے۔ چنانچہ یہودیوں کا ایک ہی مؤرخ جو دنیا کے بڑے مؤرخین میں سے سمجھا جاتا ہے واقعہ صلیب کے بالکل قریب زمانہ میں پیدا ہؤا ہے یعنی واقعہ صلیب کے ۲۶، ۲۷ سال بعد۔ اس کا نام جوزیفس تھا اور چونکہ حضرت مسیح علیہ السلام ۳۳ سال کی عمر میں صلیب پر لٹکائے گئے تھے۔ اس لئے ہمارے عقیدہ کے رو سے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر کے ۶۹ ویں یا سترھویں سال میں پیدا ہؤا تھا۔

اور چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ہمارے نزدیک ایک سو بیس سال کی ہوئی ہے۔ اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب فوت ہوئے ہیں اس وقت جوزیفس کی عمر پچاس یا ۵۱ سال کی تھی۔ اور وہ اس وقت تک بہت بڑا مؤرخ بہت بڑا گورنر اور بہت بڑا جرنیل کہلا چکا تھا کیونکہ جوزیفس صرف مؤرخ ہی نہیں تھا بلکہ جرنیل بھی تھا اور گورنر بھی رہا ہے۔ اور اسے صحیح واقعات معلوم کرنے کا پورا موقع حاصل تھا۔ چونکہ وہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے واقعہ کے صرف ۳۷ یا ۳۸ سال بعد پیدا ہؤا ہے۔ اس کے بلوغ اور جوانی کے وقت تک یقیناً ابھی سینکڑوں ایسے لوگ زندہ ہوں گے جنہوں نے خود حضرت یحییٰ علیہ السلام سے بپتسمہ لیا ہوگا اور لاکھوں اس وقت کے حالات جاننے والے اور عَینی شاہدوں سے سننے والے موجود ہوں گے۔ آج غدر پر ۸۲ سال گزر چکے ہیں۔ مگر کیا ۸۲ سال کے واقعہ پر کوئی شُبہ کر سکتا ہے اور کہہ سکتا ہے کہ غدر ہؤا ہی نہیں اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے غدر میں شمولیت کی اور وہ اُس وقت کے چشم دید واقعات بیان کرتے ہیں۔

تھوڑے ہی دن ہوئے ایک شخص میری بیعت کے لئے آئے ان کی باتوں سے مجھے یوں محسوس ہؤا کہ وہ بہت بڑی عمر کے ہیں۔ کیونکہ وہ پرانی پرانی باتیں بیان کرتے تھے۔ میں نے ان سے کہا معلوم ہوتا ہے آپ کی عمر بہت بڑی ہے اور غالباً آپ اسّی نوے سال کے ہوں گے وہ کہنے لگا۔ اسّی نوے سال؟ میری عمر تو ۱۴۱ سال کی ہے دس بارہ سال ہوئے گجرات سے

ایک دوست بیعت کے لئے آئے تھے۔ انہوں نے اپنی عمر ایک سو بیس سال بتائی تھی اگر وہ زندہ ہیں تو گویا یہ دونوں ہم عمر ہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ غدر میں انہوں نے بھی حصہ لیا تھا۔ اور وہ اُس وقت کی باتیں اس طرح بیان کرتے تھے کہ یوں معلوم ہوتا تھا گویا قبروں میں سے کوئی آدمی اٹھ کر آ گیا ہے۔ اور وہ باتیں بیان کر رہا ہے اور ابھی ماشاءاللہ ان کے قویٰ اچھے خاصے ہیں ان سے معلوم ہوا کہ وہ حضرت خلیفہ اول کے استاد کے مرید اور شاگرد ہیں اور ان کے پیر اور مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دارالعلوم دیوبند کے پیر ایک ہی شخص تھے۔ کئی واقعات جو ہم حضرت خلیفہ اول سے سنا کرتے تھے وہ انہوں نے اس مجلس میں بیٹھے بیٹھے سنائے۔ اور وہ اسی طرح تھے جس طرح ہم نے حضرت خلیفہ اول سے سنے تھے۔ وہ سرساوہ کے رہنے والے ہیں جہاں کے شیخ محمد اسماعیل صاحب سرساوی ہیں۔ میں نے جب تعجب سے ان سے پوچھا کہ آپ تو شیخ اسماعیل صاحب سرساوی سے بہت بڑے ہوں گے تو وہ کہنے لگے آپ ان سے کہتے ہیں۔ میں تو ان کے والد جن کا یہ نام تھا اُن سے بھی عمر میں بہت بڑا تھا۔

پھر کہنے لگے۔ پیر سراج الحق صاحب مرحوم کو تو میں نے گودی میں کھلایا ہے تو ایسے آدمی دنیا میں آجکل بھی پائے جاتے ہیں جن کی عمریں بہت بڑی ہیں اور وہ سَو سَو اسَو سال کے واقعات کے عینی شاہد ہیں۔ گزشتہ سال مجھے ایک بوڑھے آدمی ملے۔ ان کی شکل حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی سے اس قدر ملتی جلتی تھی۔ کہ مَیں نے دیکھتے ہی کہا۔ آپ ان کے رشتہ دار ہیں۔ انہوں نے کہا۔ میں ان کا چچا ہوں۔ اور ان کی عیادت کے لئے آیا ہوں ان کے چہرے سے جس قسم کی طاقت ظاہر ہوتی تھی اس سے اندازہ کر کے مَیں نے قیاس کیا کہ یہ غالباً ان سے چھوٹے ہیں کیونکہ بعض اوقات بھتیجے کی عمر چچا سے زیادہ بھی ہوتی ہے اس لئے میں نے ان سے کہا کہ کیا آپ حافظ صاحب سے چھوٹے ہیں۔ اس پر انہوں نے جواب دیا۔

''جدوں اس دی ماؤ دا ویاہ ہویا سی اودوں میں اٹھارہ وریاں دا ساں''

یعنی جب ان کی والدہ کی شادی میرے بھائی سے ہوئی تھی اس وقت میری عمر اٹھارہ برس کی تھی۔ حافظ صاحب کے قویٰ بھی مضبوط تھے گو اب بیماری کی وجہ سے وہ کمزور ہو گئے ہوں۔ مگر پھر بھی ان کا اپنے چچا سے کوئی جوڑ ہی نہیں۔ پھر انہوں نے کہا۔ اس وقت میری عمر ۹۸، ۹۹ سال

کی ہے۔اور چونکہ یہ گزشتہ سال کا واقعہ ہے اس لئے اب وہ ۹۹ سال یا سَو سال کے ہوں گے۔ تو ایسے آدمی بھی ہوتے ہیں جو خاص طور پر لمبی عمر رکھنے والے ہوتے ہیں۔ میں نے اپنے تجربہ میں ہی ایسے کئی آدمی دیکھے ہیں۔ ہماری تائی صاحبہ تھیں وہ بھی سَو سال کی تھیں۔ اسی طرح اور کئی لوگ ہوتے ہیں قادیان کے ایک نائی تھے جو قریباً سَو سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ گویا قادیان میں ہی تین چار آدمی مجھے ایسے معلوم ہیں۔ جنہوں نے سَو سال یا اس سے زیادہ عمر پائی۔ تو اگر چھوٹے چھوٹے قصبات میں بھی تین چار ایسے آدمی مل سکتے ہیں جو اتنی لمبی عمر پانے والے ہوں تو ایک قوم میں تو یقیناً سینکڑوں ایسے آدمی ہوتے ہوں گے جن کی عمر سَو سال کے قریب ہوتی ہو گی۔

پس جوزیفس کی جوانی کے وقت جو حضرت یحیٰ علیہ السلام کے واقعہ سے ستاون اٹھاون سال بعد کا زمانہ ہے۔ یقیناً سینکڑوں آدمی موجود ہوں گے جو اس وقت کے عَینی شاہد یا صحیح حالات جاننے والے ہوں گے کیونکہ جوزیفس کے متعلق اگر یہ سمجھا جائے کہ اس نے بیس بائیس سال کی عمر میں حالات جمع کرنے شروع کئے۔ تو جو لوگ حضرت یحیٰ علیہ السلام کے واقعہ کے وقت بیس سال کی عمر کے ہوں۔ ان کی عمر جوزیفس کی بیس سال کی عمر کے وقت چھہتّر ستتر سال کی ہوتی ہے۔ پس یقیناً ان کے خاص مریدوں یا ان کے حالات کو دیکھنے والے غیر جانبدار لوگوں سے واقعات سن کر جوزیفس نے اپنی تاریخ میں حضرت یحیٰ علیہ السلام کی وفات کے واقعات لکھے تھے۔ اس کے علاوہ حضرت یحیٰ علیہ السلام کے مریدوں میں سے ایسے لاکھوں آدمی اس وقت موجود تھے جو گویا تابعی تھے۔ اور جنہوں نے اس وقت کے حالات دیکھنے والوں سے حالات سنے تھے۔ ان سب سے معلوم ہو سکتا تھا کہ حضرت یحیٰ علیہ السلام طبعی موت سے فوت ہوئے ہیں یا شہید کئے گئے ہیں۔ بس جوزیفس کی گواہی نہایت ہی زبردست گواہی ہے یہ ۳۶۔۳۷ء میں پیدا ہؤا۔ گویا اس وقت پیدا ہؤا۔ جب حضرت یحیٰ علیہ السلام کے واقعہ پر ابھی صرف ۳۷ سال گزرے تھے۔ اور اگر تاریخ کی تدوین کے وقت اس کی عمر بیس سال سمجھی جائے تو گویا جس وقت اس نے تاریخ لکھی حضرت یحیٰ علیہ السلام کے واقعہ قتل پر صرف ۵۷ سال گزرے تھے یہ شخص حضرت یحیٰ علیہ السلام کا مرید نہیں نہ عیسائی اور رومی ہے۔ بلکہ یہودی ہے اور

اس وجہ سے اس کی گواہی بالکل غیر جانبدارانہ ہے اس نے اپنی تاریخ میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل کے واقعات نہایت تفصیل سے لکھے ہیں ۔ وہ لکھتا ہے بادشاہ ہیروڈانٹی ایس نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کا رسوخ دیکھ کر اس ڈر سے کہ زور پکڑ کر بغاوت نہ کر دیں مینجرس کے قلعہ میں ان کو قید کر دیا اور بعد میں مروا دیا (ہیروڈانٹی ایس گورنر تھا۔مگر چونکہ پرانے زمانہ میں گورنروں کو بادشاہ کہہ دیا جاتا تھا اس لئے جوزیفس نے بھی ہیرو کو بادشاہ قرار دیا ہے، ورنہ درحقیقت وہ بادشاہ نہیں بلکہ گورنر تھا ایشیا میں پرانے زمانہ میں یہی طریق رائج تھا چنانچہ الف لیلیٰ میں نہایت کثرت سے گورنروں کو بادشاہ کے نام سے پکارا گیا ہے)

اس واقعہ شہادت کی تفصیلات تاریخ میں اس طرح آتی ہے کہ ہیروڈانٹی ایس کا ایک بھائی فیلبوس نامی تھا۔ جب وہ مرا۔تو ہیروڈانٹی ایس نے چاہا کہ اس کی بیوی ہیرودیاس سے شادی کر لے۔اس کے خلاف حضرت یحییٰ علیہ السلام نے بعض اخلاقی وجوہ سے اعتراض کیا۔شُبہ یہ کیا جاتا ہے کہ ہیروڈانٹی ایس کا پہلے سے اس عورت کے ساتھ ناجائز تعلق تھا۔اور اسی نے اپنے بھائی کو مروا ڈالا تھا۔بعض یہ کہتے ہیں کہ عورت خود خراب اور بدچلن تھی اور اس نے اپنے خاوند کو مروا دیا۔

بہرحال حضرت یحییٰ علیہ السلام کا اعتراض تاریخی طور پر ثابت ہے انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ یہ شادی مناسب نہیں کیونکہ اس طرح قوم کے اخلاق پر بُرا اثر پڑنے کا اندیشہ ہے چونکہ وہ یہودیوں کا علاقہ تھا اور گورنر کو یہودیوں کا لحاظ رکھنا پڑتا تھا اس لئے اس نے شادی تو نہ کی مگر دل میں اس نے اس بات کو بہت بُرا محسوس کیا۔اور اس عورت کو بھی لازماً بُرا محسوس ہوا۔ کہ میں ملکہ بننے والی تھی ۔مگر حضرت یحییٰ کی وجہ سے نہ بن سکی۔ چنانچہ اس نے اندر ہی اندر حضرت یحییٰ علیہ السلام کے خلاف سازش شروع کر دی بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ اس نے اس عورت سے شادی کر لی تھی ۔اور اپنے گھر میں رکھ لیا تھا۔ بہرحال ہیروڈانٹی ایس اور اس عورت کو اس بات کا غصہ تھا کہ حضرت یحییٰ نے ان کے رستہ میں رکاوٹ کیوں ڈالی ۔ایک دفعہ جب کہ ہیروڈانٹی ایس کی سالگرہ کا دن تھا تو ہیرودیاس کی بیٹی جو ہیروڈانٹی ایس کی بھتیجی تھی اس کے سامنے ناچی ۔

(ہمارے دوستوں کو اس موقع پر تعجب نہیں کرنا چاہیے کہ ایک بھتیجی چچا کے سامنے کس طرح ناچ سکتی ہے۔ یہ رومیوں کی بات ہے اوران میں شراب پینا اور ناچ کرنا دونوں باتیں جائز سمجھی جاتی تھیں) بہرحال جب وہ ناچی تو ہیروڈ انٹی ایس بہت ہی خوش ہوا اوراس نے کہا مانگ جو کچھ مانگتی ہے۔ اِس پر جیسا کہ اس کی ماں ہیرودیاس نے اُسے سکھا رکھا تھا کہا کہ مَیں یحیٰ کا سر مانگتی ہوں۔ بادشاہ نے کہا۔ اگر میں نے یحیٰ کو قتل کرایا تو بغاوت ہو جائے گی۔ وہ کہنے لگی کچھ ہو آپ نے وعدہ کیا ہے کہ میں جو کچھ مانگوں گی آپ دیں گے۔ پس آپ اپنے وعدے کا پاس کریں۔ اس پر بادشاہ نے اپنے آدمی بھجوا کر قید خانہ میں حضرت یحیٰ علیہ السلام کو قتل کرادیا اوران کا سر لڑکی کے سامنے رکھ دیا۔

اب یہ واقعہ ایک غیر جانبدار مؤرخ لکھتا ہے کوئی عیسائی نہیں لکھتا۔ کوئی یہودی نہیں لکھتا (یعنی ایسا یہودی نہیں لکھتا جو مذہبی آدمی ہو اور نہ یہ واقعہ وہ کسی مذہبی بناء پر لکھ رہا ہے۔ بلکہ ایک مؤرخ ہونے کی حیثیت میں تاریخی بنا پر یہ واقعہ لکھ رہا ہے) اور ایسی حالت میں لکھتا ہے۔ جبکہ حضرت یحیٰ علیہ السلام کے قتل پر ابھی صرف پچاس ساٹھ سال کا عرصہ گزرا اور اس وقت کے واقعات کو جاننے والے سینکڑوں زندہ ہوتے ہیں۔ اور کوئی جھوٹ اور غلط بات نہیں لکھی جاسکتی۔ پھر یہ مؤرخ کوئی معمولی نہیں۔ بلکہ ایسا سچ بولنے والا مؤرخ ہے کہ عیسائی بھی اس کی باتیں تسلیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جوزیفس نہایت راستباز مؤرخ تھا۔ وہ جان بوجھ کر غلط بیانی کبھی نہیں کرتا۔ ہاں اتفاق سے کوئی غلطی کر جائے تو اور بات ہے۔ اسی وجہ سے عیسائی مؤرخ اس کی بڑی قدر کرتے ہیں۔ اور یہودی بھی بڑی قدر کرتے ہیں۔

راستباز اور مشہور مؤرخ حضرت یحیٰ علیہ السلام کے قتل کے صرف پچاس ساٹھ سال بعد لکھتا ہے کہ ہیرڈ نے حضرت یحیٰ علیہ السلام کو قتل کرایا۔ اور جب لڑکی نے یحیٰ کا سر مانگا تو اس نے کہا۔ کہ حضرت یحیٰ کو ماننے والے بہت ہیں اگر مَیں نے انہیں قتل کرایا تو بغاوت ہو جائے گی۔ جس پر لڑکی نے کہا۔ کہ آپ نے جب وعدہ کیا ہے تو اسے پورا کریں۔ خواہ کچھ ہو۔ چنانچہ اس نے قید خانہ میں آپ کو قتل کرایا۔ اور آپ کا سر منگوا کر اپنی بھتیجی کے سامنے پیش کیا۔ اگر حضرت یحیٰ علیہ السلام کے مریدوں اور انجیلوں کے بیانوں کے ساتھ ایک ایسے مشہور اور

راستباز مؤرخ کا بیان بھی مل جاتا ہے جو حضرت یحیٰی علیہ السلام کے صرف پچاس سال بعد آپ کا واقعہ لکھ رہا ہے اور پھر بھی ہم اسے درست تسلیم نہ کریں تو ہم کسی بات کو بھی یقینی نہیں کہہ سکتے۔ پھر تو غدر کے متعلق بھی شُبہ کیا جا سکتا ہے۔ کہ ہوا ایا نہیں یہ بھی شُبہ ہوسکتا ہے۔ کہ انگریز کہیں باہر سے نہیں آئے بلکہ ہندوستان ہی کی ایک قوم ہیں۔

یہ بھی شُبہ ہوسکتا ہے کہ شاید مولوی اسماعیل صاحب شہید کوئی آدمی ہی نہیں گزرے۔ ابوظفر بادشاہ کے متعلق بھی کہا جاسکتا ہے کہ ان کا کوئی تاریخی وجود نہ تھا۔ کیونکہ ان کی موت پر ۸۲ سال گزر چکے ہیں۔ اور اتنی دیر کی بات صحیح نہیں سمجھی جاسکتی سید احمد صاحب بریلوی پر سَو سال سے اوپر گزر چکے ہیں ان کے وجود میں بھی شُبہ کیا جا سکتا ہے پھر مہاراجہ رنجیت سنگھ کی موت پر قریباً نوے سال گزر چکے ہیں ان کے وجود کا بھی انکار کیا جاسکتا ہے مگر کیا ان تمام واقعات میں سے کسی ایک کے متعلق بھی ہمیں شُبہ ہوا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ان میں شُبہ نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ قریب کے واقعات ہیں۔ اور ہزاروں لوگ جانتے ہیں کہ یہ باتیں ہوئی ہیں۔ اسی طرح یہ ناممکن ہے کہ جوزیفس کی شہادت کو ردّ کیا جاسکے۔ کیونکہ وہ ایک ایسے زمانہ میں ہوا ہے جبکہ حضرت یحیٰی علیہ السلام کے واقعہ پر ابھی صرف پچاس ساٹھ سال گزرے تھے۔ اور ہزاروں نہیں لاکھوں آدمی ان کے مریدوں میں سے زندہ تھے۔ اور اسوقت کے حالات کو دیکھنے والے یا دیکھنے والوں سے سننے والے موجود تھے۔ ایسے زمانہ میں ایسا مشہور مؤرخ یہ نہیں لکھتا۔ کہ حضرت یحیٰی علیہ السلام فوت ہوئے ہیں بلکہ یہ لکھتا ہے کہ وہ قتل کئے گئے۔ پس ان کا قتل تاریخی طور پر یقیناً ثابت ہے۔

پھر تاریخ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یحیٰی علیہ السلام کی جماعت صدیوں تک قائم رہی ہے اور صدیوں تک ان پر ایمان لانے والے دنیا میں موجود رہے ہیں۔ اور ان تمام کا یہی عقیدہ تھا کہ حضرت یحیٰی علیہ السلام شہید ہوئے ہیں عیسائی بھی یہی کہتے ہیں کہ وہ شہید ہوئے یہودی بھی یہی کہتے ہیں کہ وہ شہید ہوئے۔ مؤرّخ بھی یہی کہتے ہیں کہ وہ شہید ہوئے۔ اب یہ عجیب بات ہے کہ اُس وقت حضرت یحیٰی کے ملک میں تین قومیں موجود تھیں اور تینوں کی متفقہ شہادت یہ ہے کہ حضرت یحیٰی علیہ السلام قتل ہوئے۔ یہودی کہتے ہیں کہ حضرت یحیٰی علیہ السلام قتل ہوئے،

عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام قتل ہوئے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے مرید کہتے ہیں حضرت یحییٰ علیہ السلام قتل ہوئے پھر ان تینوں قوموں کی شہادت کے ساتھ مؤرخوں کی شہادت بھی مل جاتی ہے اور وہ بھی کہتے ہیں۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام قتل ہوئے۔ ان تمام واقعات کی موجودگی میں اگر ہم انیس سو سال کے بعد آج اُٹھ کر یہ کہہ دیں کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام قتل نہیں کئے گئے تو دنیا کس طرح ہماری اس بات کو مان سکتی ہے۔ یا خود ہماری عقلیں کس طرح اس عقیدہ کو تسلیم کرسکتی ہیں ممکن ہے کوئی کہہ دے کہ کیا انیس سو سال تک لوگ یہ نہیں کہتے رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر لٹک کر فوت ہوئے ہیں اور کیا انیس سَو سال کے بعد جماعت احمدیہ نے اس نظریہ کو نہیں بدلا؟ پھر اگر یہ کہہ دیا جائے کہ انیس سَو سال تک عیسائی، یہودی اور مؤرّخ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق جو کچھ کہتے رہے وہ غلط ہے تو اس میں عجیب بات کون سی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم واقعہ صلیب کے متعلق عیسائیوں اور یہودیوں کی گواہی اس لئے تسلیم نہیں کرتے کہ اس میں عیسائیوں اور یہودیوں کی خودغرضی ہے۔ اور وہ اگر سچی بات بیان کریں تو ان کے اپنے مذہب پر پانی پھرتا ہے۔ عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر لٹک کر فوت ہوئے۔ اور اس میں یقیناً عیسائیوں کا فائدہ ہے کیونکہ ان کے کفارہ کی بنیاد اسی امر پر ہے کہ مسیح نے ان کے گناہ اٹھا لئے۔ اور ان کے بدلہ میں خود جان دے دی۔ یہودی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح صلیب پر مرے۔ مگر اس لئے کہ وہ چاہتے ہیں حضرت مسیح کو ملعون ثابت کریں چونکہ وہ حضرت مسیح کو ماننا نہیں چاہتے۔ بلکہ چاہتے ہیں انہیں ملعون ثابت کریں۔

اس لئے وہ کہتے ہیں مسیح صلیب پر لٹکا اور پھر وہاں سے زندہ نہیں اترا بلکہ صلیب پر لٹک کر مر گیا۔ اور تورات کے مطابق نعوذ باللہ ملعون ثابت ہوا۔ اسی طرح رومی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح صلیب پر فوت ہوئے مگر اس لئے کہ رومی گورنر پیلاطس پر جو ہیروڈانٹی ایس کے ماتحت تھا یہ الزام آتا تھا کہ اس پر حضرت مسیح کو بچانے کی کوشش کی۔ پس چونکہ اس پر بھی الزام آتا تھا اس لئے لازماً اس نے بھی حقیقت پر پردہ ڈالنا تھا پس چونکہ وہاں تینوں قوموں کا مفاد اسی امر میں تھا کہ یہ مشہور کریں کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر لٹک کر فوت ہوگئے ہیں۔ اسی لئے ان کی

شہادت مخدوش تھی مگر حضرت یحیٰؑ علیہ السلام کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ وہ شہید ہو گئے ہیں ان کی قوم کو کیا فائدہ تھا وہ تو اس امر کی قائل نہیں کہ حضرت یحیٰؑ ان کے گناہوں کا بوجھ اٹھا کر ان کے لئے کفارہ بن گئے۔ پھر انہیں اپنے پیر کے شہید ہونے کی خبر دینے کا کیا فائدہ تھا۔

خصوصاً جب کہ اس وقت بعض یہود کا یہ عقیدہ بھی تھا کہ جو مارا جائے وہ جھوٹا ہوتا ہے وہ اپنے پیر کو جھوٹا کس طرح بنا سکتے تھے اسی طرح یہودی جب حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ وہ صلیب پر لٹک کر فوت ہوئے تو ہر شخص کو نظر آ رہا ہوتا ہے کہ ان کا مقصد یہ ہے کہ حضرت مسیح کو ملعون ثابت کریں مگر حضرت یحیٰؑ علیہ السلام کو مقتول قرار دیتے ہیں ان کی یہ غرض تو نہیں ہو سکتی کیونکہ جو یہود ان کے مرید نہ تھے وہ بھی انہیں برگزیدہ انسان تسلیم کرتے تھے اسی طرح عیسائی بھی یہی مانتے ہیں کہ حضرت یحیٰؑ علیہ السلام قتل ہوئے تھے حالانکہ ان کو شہید ماننے میں نہ صرف یہ کہ عیسائیوں کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ ان پر بہت بڑا اعتراض وارد ہوتا ہے۔ وہ حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام کو بے گناہ مانتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی حضرت یحیٰؑ علیہ السلام کو بھی راستباز مانتے ہیں۔

پس جب وہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح ہمارے گناہوں کے بدلہ میں کفارہ ہو گئے تو ایک کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ اس میں مسیح کی کیا خصوصیت ہے یحیٰؑ نبی کے متعلق بھی تم تسلیم کرتے ہو کہ وہ راستباز اور بے عیب تھا۔ پس اگر وہ بھی مارا گیا تو اس کی نسبت بھی کہنا چاہیے کہ لوگوں کے گناہ اٹھا کر لے گیا۔ اس صورت میں حضرت مسیح علیہ السلام کی جو منفردانہ حیثیت ہے وہ بالکل جاتی رہتی ہے۔

پس حضرت یحیٰؑ علیہ السلام کو شہید تسلیم کرنے میں عیسائیوں کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔ بلکہ الٹا اُن پر اعتراض وارد ہوتا ہے۔ اور کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ یوحنا بھی کفارہ ہو گیا۔ اور تم اپنے مسیح کی جو خصوصیت پیش کرتے ہو وہ جاتی رہی۔

پس حقیقت یہ ہے کہ گو حضرت یحیٰؑ قتل ہوئے تھے مگر عیسائی یہی کہتے کہ وہ کوئی قتل نہیں ہوئے تا حضرت مسیح کی اس منفردانہ حیثیت پر حملہ نہ ہو جو وہ پیش کرتے ہیں۔ مگر باوجود اس اعتراض کے وارد ہونے کے وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ حضرت یحیٰؑ علیہ السلام شہید ہوئے۔ پس

اس میں کسی کا فائدہ نہ تھا۔ بلکہ ان کا قتل تسلیم کرنے میں عیسائیوں کا نقصان تھا۔ کیونکہ اس طرح انہیں ماننا پڑتا تھا کہ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی بے گناہوں کے لئے کفارہ نہیں ہوئے بلکہ ایک اور بے گناہ بھی گنہگاروں کے لئے کفارہ ہوا۔ اور دشمنوں کی شرارت سے مارا گیا۔ اور اس کو تسلیم کرنا عیسائیوں کے لئے سخت گراں ہے۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں جو لوگوں کے لئے کفارہ ہوئے۔

ممکن ہے کوئی کہے کہ عیسائی پہلے بھی بعض نبیوں کے قتل کے قائل ہیں۔ پس حضرت یحییٰ علیہ السلام کا قتل ماننے سے ان پر زیادہ اعتراض کس طرح آ سکتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک وہ بعض اور انبیاء کے قتل کے بھی قائل ہیں۔ مگر حضرت یحییٰ علیہ السلام وہ ہیں جنہیں وہ بے گناہ قرار دیتے ہیں اور جن کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بیعت کی تھی۔ اور جن کے متعلق ایک راستباز اور بے عیب کے الفاظ اناجیل میں آتے ہیں۔ پس حضرت یحییٰ علیہ السلام کے واقعۂ قتل اور دوسرے بعض انبیاء کے واقعۂ قتل میں بہت بڑا فرق ہے۔ دوسرے انبیاء پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے فلاں فلاں گناہ کئے۔ مگر حضرت یحییٰ علیہ السلام کی اناجیل میں تعریفیں کی گئی ہیں۔ پس حضرت یحییٰ علیہ السلام کا قتل تو عیسائیوں کے خلاف حربہ قرار پا سکتا ہے۔ مگر اور انبیاء کا قتل ان کے خلاف حربہ قرار نہیں پا سکتا۔ ان کے متعلق کہنے والا کہہ سکتا ہے۔ کہ جیسی قربانی حضرت مسیح علیہ السلام نے کی ویسی ہی قربانی حضرت یحییٰ علیہ السلام نے کی دونوں میں کونسا فرق ہے۔ وہ بھی کفارہ ہوئے اور یہ بھی۔ غرض عیسائیوں کا فائدہ اسی میں تھا کہ گو حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید ہوئے۔ وہ یہی کہتے۔ کہ وہ شہید نہیں ہوئے۔ مگر باوجود اس کے کہ ان کا اپنا مفاد ان کو شہید تسلیم نہ کرنے میں تھا۔ پھر بھی وہ اس امر کے قائل ہیں کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید ہوئے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق باوجودیکہ رومیوں، یہودیوں اور عیسائیوں تینوں کا فائدہ اسی امر میں تھا کہ آپ کو صلیب پر فوت شدہ ثابت کریں۔ پھر بھی کس طرح حق پھُوٹ پھُوٹ کر ظاہر ہو گیا۔ رومی اور یہودی کہتے تھے کہ آپ صلیب پر فوت ہو گئے مگر انہیں دنوں یہودیوں نے روم کے گورنر کے پاس شکایت کی کہ مسیح کے مرید یہ کہتے پھرتے

ہیں کہ مسیح زندہ ہوگیا ہے پس اس کی قبر پر پہرہ لگایا جائے ۔ چنانچہ گورنر نے یہود کے کہنے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر پر پہرے لگا دیئے ۔ گویا یہودیوں نے بھی حضرت مسیح کے زندہ ہونے کی خبر تسلیم کر لی ۔ اور گورنر روم نے بھی ان کی بات پر اعتبار کرلیا ۔ اوراس نے ضروری سمجھا کہ آپ کی قبر پر پہرہ لگائے پھر عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح صلیب پر فوت ہوئے ۔ مگر انجیل میں صاف لکھا ہے کہ قبر میں سے نکل کر حضرت مسیح لوگوں سے چھُپ کر یروشلم میں پھرتے رہے ۔ انہوں نے اپنے حواریوں کو اپنے زخم دکھائے ۔ اور کہا کہ میرے ہاتھ پاؤں کو دیکھو کہ میں ہی ہوں اور مجھے چھوؤ اور دیکھو ۔ کیونکہ روح کو جسم اور ہڈی نہیں ۔ جیسا مجھ میں دیکھتے ہو اور یہ کہہ کر انہیں اپنے ہاتھ پاؤں دکھائے ۔ اور پھر بھُنی ہوئی مچھلی کا قتلہ لے کر ان سے کھایا ۔ بلکہ اس کے بعد انہوں نے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ پھر وہ انہیں ایک پہاڑ پر لے گیا اور برکت دے کر غائب ہوگیا ۔ پس اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح صلیب پر سے زندہ اترے تو تاریخ ہمیں یہ کہنے کا حق دیتی ہے اور ہم صرف یہیں تک بس نہیں کر دیتے کہ ثابت کر دیں وہ صلیب پر سے زندہ اُتر آئے بلکہ ہم پھر ان کی بعد کی زندگی کے حالات بیان کرتے ہیں ۔ اور کرتے چلے جاتے ہیں ۔ یہاں تک کہ آخر میں کشمیر میں لا کر ان کی قبر بھی دکھا دیتے ہیں ۔ اور یہ سب کچھ تاریخی شواہد سے ثابت کرتے ہیں ۔ پس چونکہ اس بحث میں ہم تاریخی تائید اپنے ساتھ رکھتے ہیں اور ہمارے مخالف تاریخی پہلو کو ترک کرتے ہیں اس لئے ہم غالب رہتے ہیں اور وہ مغلوب ۔ لیکن جب ہم یہ کہتے ہیں کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام قتل نہیں ہوئے بلکہ زندہ رہے تھے تو اِس سوال کا جواب ہمارے پاس کوئی نہیں کہ پھر ان کے قتل کی خبر کیونکر مشہور ہوئی اور کس طرح ان کے مریدوں، عیسائیوں اور دوسرے یہود نے اسے صحیح تسلیم کرلیا ۔ اور یہاں تک کہہ دیا کہ ہم نے ان کی لاش خود دفن کی ہے اور کس طرح اس واقعہ پر پردہ پڑا رہا ۔ حتّٰی کہ قریب زمانہ بعد میں آنے والے بھی یہی قصہ لکھنے پر مجبور ہوئے ۔ اور پھر یہ کہ اگر حضرت یحییٰ مارے نہیں گئے تھے تو انہوں نے بقیہ زندگی کہاں گزاری اور کہاں چھپے رہے اور کیوں چھپے رہے اور ان کے مرید کیوں ان سے نہ ملتے تھے اور گورنر کو یہ دھوکا کس طرح لگا کہ میرے آدمیوں نے حضرت یحییٰ کو قتل کر دیا ہے ۔ اور سر جو لایا گیا وہ کس کا تھا ۔ اور اسے دیکھ کر کیوں نہ ہیرودیاس جو اُن کی دشمن تھی

اس نے نہ پہچانا کہ یہ تو یحیٰ نہیں ہیں۔غرض ان کے قتل کے واقعات کی تشریح کرنی اور قتل سے بچ جانے کے بعد کے واقعات کا معلوم کرنا ہمارے لئے ضروری ہو جاتا ہے کیونکہ ان کی حیثیت ایک مزدور کی سی نہ تھی کہ جو مر جائے تو کانوں کان کسی کو خبر بھی نہ ہو۔ وہ ایک قوم کے نبی تھے۔ لاکھوں ان کے اتباع تھے۔ بلکہ اُس زمانہ میں ان کے مرید حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مریدوں سے بہت زیادہ تھے۔ سارے یہودی ان کا ادب کرتے تھے۔اور بادشاہ ہیرڈ بھی اس قدر ڈرتا تھا کہ وہ سمجھتا تھا اگر میں نے انہیں قتل کر دیا تو تمام ملک میں بغاوت ہو جائے گی۔

ایسا عظیم الشان شخص اگر اس وقت دشمن کے حملہ سے بچ گیا تھا۔تو سوال یہ ہے کہ پھر گیا کہاں۔آخر کوئی پتہ نشان تو ملنا چاہیے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب صلیب سے زندہ اُترے تو ان کے متعلق تو یہ معلوم ہو گیا کہ وہ وہاں سے ہجرت کر گئے۔اور آخر کشمیر میں آکر ایک لمبا عرصہ زندہ رہنے کے بعد فوت ہوئے۔مگر حضرت یوحنا کچھ ایسے بچے کہ غائب ہی ہو گئے اور پتہ ہی نہیں لگتا کہ بچ کر وہ کہاں گئے تمام تاریخیں خاموش ہیں۔تمام لوگ ساکت ہیں نہ دشمن کہتا ہے کہ جس کو ہم نے قتل کرنا چاہا تھا وہ تو فلاں ملک میں بیٹھا ہے نہ کوئی مرید ان کے پیچھے جاتا ہے اور ان کا پتہ لگاتا ہے۔گویا نہ دشمن کہتا ہے کہ وہ زندہ ہیں نہ دوست اور مرید کہتے ہیں کہ زندہ ہیں۔تاریخیں خاموش ہیں اس کے بعد ان کی زندگی کا کوئی کام بھی نظر نہیں آتا۔ایسی صورت میں اگر یہ کہا جائے کہ وہ قتل نہیں ہوئے تھے۔تو یقیناً ایک ایسی بات ہوگی جس کی تائید کسی ایک تاریخی ثبوت سے بھی نہیں ہوگی۔مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جب ہم کہتے ہیں کہ وہ صلیب سے زندہ اترے تو تاریخ ہمارا ساتھ دیتی ہے۔اور وہ ہمارے ساتھ ساتھ چلتی ہے۔ یہاں تک کہ ہمیں آپ کی قبر تک پہنچا دیتی ہے۔پس چونکہ اس قسم کے تاریخی شواہد حضرت یحیٰ علیہ السلام کے ساتھ نہیں۔اس لئے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ قتل نہیں ہوئے تھے۔

میں نے بتایا ہے کہ انجیل بھی یہی شہادت دیتی ہے کہ حضرت یحیٰ علیہ السلام شہید ہوئے چنانچہ متی باب ۱۴ میں لکھا ہے کہ حضرت یحیٰ علیہ السلام حضرت مسیح کی فلسطینی زندگی میں ہی وفات پا گئے تھے ان کے قتل کا واقعہ متی میں اس طرح لکھا ہے کہ ہیرودیس نے اپنے بھائی فیلبوس کی بیوی کو گھر میں ڈالنا چاہا یوحنا نے روکا۔ ہیرودیس نے آپ کو مارنا چاہا مگر لوگ

نبی مانتے تھے اس لئے رُک گیا ایک دن سالگرہ میں ہیرودیاس کی بیٹی (فیلبوس سے) ناچی اور ہیرودیس نے کہا۔ جو مانگے دوں گا۔ اس پر اس نے اپنی ماں کے سکھانے کے مطابق یوحنا کا سر مانگا۔ بادشاہ خائف تو ہوُا مگر وعدہ پورا کیا۔ اور قید خانہ میں قتل کرا دیا۔ شاگردوں نے لاش دفن کی اور یسوع کو آکر اطلاع دی۔[1]

یہ انجیل کی روایت ہے ادھر حضرت یحییٰ علیہ السلام کے مرید کہتے ہیں کہ وہ شہید ہوئے تاریخ بتاتی ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی جماعت دیر تک قائم رہی حتّٰی کہ ان کے بعض مرید رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک بھی رہے ہیں وہ صابی کہلاتے تھے۔ اور توحید کے قائل تھے بعد میں آہستہ آہستہ عیسائیوں میں شامل ہوگئے۔ قرآن مجید میں بھی ان کا ذکر آتا ہے۔ پس حضرت یحییٰ علیہ السلام کی جماعت سینکڑوں سال تک قائم رہی ہے۔ اور یہ سب اسی بات کے دعویدار تھے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید ہوئے ہیں۔ ان کو بھلا یہ کہنے میں کہ ان کا پیر شہید ہوُا ہے کیا فائدہ تھا۔ وہ کفارہ کے قائل نہیں تھے۔ کہ عیسائیوں کی طرح یہ کہتے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام ان کے گناہوں کے بدلہ میں مارے گئے ہیں۔ وہ موحّد تھے اور اسلامی تاریخوں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک موحّد رہے ہیں۔ اب ایک موحّد قوم کا بھلا اس میں کیا فائدہ تھا کہ وہ اپنے پیر کے متعلق یہ کہے کہ وہ قتل ہوئے تھے۔ وہ تو اسی لئے انہیں شہید کہے گی جبکہ واقعات یہی کہتے ہوں گے۔ کہ وہ شہید ہوئے تھے پھر ہم دیکھتے ہیں علاوہ تینوں قوموں یعنی رومیوں، یہودیوں اور عیسائیوں کی تاریخ کے احادیث بھی اسی بات کی تائید کرتی ہیں کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید ہوئے۔

ابن عساکر نے روایت کی ہے کہ **اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلٰی اَصۡحَابِہٖ یَوۡمًا وَھُمۡ یَتَذَاکَرُوۡنَ فِیۡ فَضۡلِ الۡاَنۡبِیَاءِ** کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور آپ نے دیکھا کہ صحابہ مسجد میں بیٹھے آپس میں انبیاء کی فضیلتوں کے بارہ میں گفتگو کر رہے ہیں۔ کوئی کہتا مجھے فلاں نبی کی فلاں بات پسند ہے کوئی کہتا فلاں نبی کی یہ بات بڑی اچھی تھی غرض اسی طرح آپس میں باتیں کر رہے تھے **فَقَالَ قَائِلٌ مُوۡسٰی کَلَّمَہُ اللّٰہُ تَکۡلِیۡمًا** کسی کہنے والے نے کہا موسیٰ بڑا نبی تھا کیونکہ خدا نے اُس سے بالمشافہ گفتگو کی۔ **قَالَ قَائِلٌ**

عِیۡسٰی رُوۡحُ اللہِ وَ کَلِمَتُہٗ کسی نے کہا عیسیٰ بڑا نبی تھا وہ اللہ کی روح اور اُس کا کلمہ تھا۔قَالَ قَائِلٌ اِبۡرَاھِیۡمُ خَلِیۡلُ اللہِ ۔کسی نے کہا ابراہیم بڑا نبی تھا۔وہ خدا کا خلیل اور دوست تھا۔فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اَیۡنَ الشَّھِیۡدُبۡنَ الشَّھِیۡدِ یَلۡتَبِسُ الۡوَبَرَوَ یَأۡکُلُ الشَّجَرَ مَخَافَۃَ الذَّنۡبِ ۔ یَحۡیٰی بۡنَ زَکَرِیَّا ۔[2] یعنی یہ ذکر سن کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی صحابہ میں بیٹھ گئے اور آپ نے فرمایا تم ان انبیاء کی فضیلتوں کا ذکر کرتے ہو مگر تم اس شہید کے شہید بیٹے کا کیوں ذکر نہیں کرتے جو ساری عمر گناہ کے خوف سے صوف کے کپڑے پہنتا رہا اور جنگلوں میں رہتا اور پتے کھا کھا کر گزارہ کرتا۔جس کا نام یحییٰ تھا اور جو زکریاؑ کا بیٹا تھا۔اب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات صحابہؓ میں بیٹھ کر فرماتے ہیں اسے کون خطابیات میں سے قرار دے سکتا ہے۔ یہاں تو نبیوں کی خوبیوں کا بیان ہو رہا تھا۔کوئی حضرت موسیٰ کی خوبیاں بیان کر رہا تھا کوئی حضرت عیسیٰ کی اور کوئی حضرت ابراہیمؑ کی ۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم یحییٰ بن زکریا کا کیوں ذکر نہیں کرتے جو شہید ابن شہید تھا۔آپ نے اس طرح فرما کر یہ مسئلہ بالکل صاف کر دیا ہے کہ حضرت یحییٰ واقعہ میں شہید ہوئے تھے۔

پھر بیہقی اور ابن عساکر میں حضرت ابی بن کعب سے روایت ہے وہ کہتے ہیں سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ یَقُوۡلُ ان من ھوان الدنیا علی اللہ ان یحییٰ بن زکریا قَتَلَتۡہُ اِمۡرَأَۃٌ [3] میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ دنیا حقیر ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اس وجہ سے کہ یحییٰ زکریا کے بیٹے کو ایک فاحشہ اور بدکار عورت نے قتل کرایا۔ یہاں قتل کا لفظ آتا ہے مگر مطلب خود قتل کرنا نہیں بلکہ قتل کرانا ہے۔اسی طرح حاکم میں حضرت عبداللہ بن زبیر سے ایک اسی قسم کی روایت آتی ہے حضرت عبداللہ بن زبیر اپنے وقت کے بعض ظالم بادشاہوں کا مقابلہ کرتے رہے تھے۔اور وہ اسلام میں پہلے مجدد مانے جاتے ہیں۔ انہوں نے یزید کا بھی مقابلہ کیا اور اسی طرح بعض اور مظالم کے خلاف بھی آواز بلند کی ۔اس مقابلہ میں انہیں بڑے بڑے مصائب پہنچے ۔ یہاں تک کہ ان کے اپنے ساتھی انہیں چھوڑ کر الگ ہو گئے ۔اور آخر میں تو یہ صرف اکیلے رہ گئے تھے اور دشمن نے انہیں مار کر پھانسی پر لٹکا دیا تھا جب لوگوں نے انہیں کہا کہ اب تو آپ کے ساتھی بھی آپ کو چھوڑ تے

چلے جا رہے ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ آپ بھی مقابلہ چھوڑ دیں تو انہوں نے کہا مَنْ اَنْکَرَ الْبَلَاءَ فَأِنِّیْ لَااُنْکِرُہٗ لَقَدْ ذَکَرَمِنِّیْ اِنَّمَا قُتِلَ یَحْیٰ بْنُ زَکَرِیَّا فِیْ زَانِیَۃٍ [۴] جو شخص مصیبتوں کو ناپسند کرتا ہے وہ بے شک کرے میں تو انہیں ناپسند نہیں کرتا اور مجھے تو یہی بتایا گیا ہے کہ یحییٰ بن زکریا کو ایک زانیہ عورت کی وجہ سے مارا گیا تھا اگر میں بھی مارا جاؤں تو میرے لئے یہ کون سی بڑی بات ہے۔

پھر ابنِ عساکر اور حاکم میں حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کی۔ کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل کے وقت ستر ہزار آدمی مارا گیا تھا۔ اور تیرا ایک بیٹا مارا جائے گا جس کے بدلہ میں ایک لاکھ چالیس ہزار آدمی مرے گا۔[۵] تاریخ سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل پر ہیرڈ کے خلاف خطرناک بغاوت ہوگئی تھی اور فلسطین کی رومی فوج کا ایک بہت بڑا حصہ تباہ ہوگیا تھا اور یہودیوں کا یہ عام عقیدہ تھا کہ یہ ہیرڈ کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل کی سزا ملی ہے اب اس حدیث میں محض خبر نہیں بلکہ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ وحی کی۔ کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل کے وقت ستر ہزار آدمی مارا گیا تھا۔

پھر ابنِ عساکر کی روایت ہے کہ صخرہ بیت المقدس میں سترّ نبی مارا گیا ہے۔[۶] جن میں سے ایک حضرت یحییٰ بن زکریا بھی ہیں میرے نزدیک صخرہ پر مارے جانے کے معنے یہ ہیں کہ بیت المقدس کی تطہیر کی کوشش میں وہ انبیاء مارے گئے تھے۔ یہ احادیث صرف حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شہادت کا ثبوت نہیں بلکہ ان سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام بھی شہید ہوئے تھے۔ گویا تاریخ جو اس وقت لکھی گئی۔

حضرت یحییٰ کی قوم کا اپنا بیان، یہود کا بیان، عیسائیوں کا بیان اور احادیث سب ایک طرف ہیں اتنے بڑے مجموعہ کو کس طرح ردّ کیا جا سکتا ہے جب تک کُل ان دلائل کو رد نہ کیا جائے جن سے دنیا صحیح نتیجہ پر پہنچی ہے اور اگر ہم انہیں رد کر دیں۔ تو پھر دنیا میں نقلی طور پر کسی ایک بات کا ثابت کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے اور پھر ہماری مثال ویسی ہی ہو جائے گی جیسے کہتے ہیں کہ کوئی بزدل شخص تھا وہ ایک دفعہ کسی لڑائی میں شامل ہؤا اور اتفاقاً ایک تیر اُسے آلگا۔ تیر کی وجہ سے

خون بہنے لگ گیا۔ یہ دیکھ کر وہ میدان جنگ سے بھاگ پڑا مگر اِدھر بھاگتا جائے اور اُدھر ساتھ ساتھ کہتا جائے یا اللہ یہ خواب ہی ہو یا اللہ یہ خواب ہی ہو۔ تو دنیا میں کسی امر کو ثابت کرنے والی یہی چیزیں ہؤا کرتی ہیں ایک تاریخ ہوتی ہے جو کسی امر کو ثابت کرتی ہے پھر کسی قوم کا اپنا بیان ہوتا ہے پھر ارد گرد کی قوموں کا بیان ہوتا ہے۔ پھر بعد میں آنے والے بزرگ جو خدا تعالیٰ سے خبریں پاتے ہیں ان کی باتیں ہوتی ہیں۔ یہاں یہ سب باتیں جمع ہیں۔ تاریخ بھی کہتی ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید ہوئے یہودی جو حضرت یحییٰ علیہ السلام کو نبی مانتے ہیں وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ وہ شہید ہوئے۔ اور جو آپ کو نبی نہیں مانتے مگر آپ کو بزرگ تسلیم کرتے اور آپ کے حالات سے دلچسپی رکھتے ہیں وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ آپ مارے گئے عیسائی جن کے لئے یہ عقیدہ رکھنا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید ہوئے ہیں۔ یقیناً نقصان رساں ہے وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ حضرت یحییٰ شہید ہوئے۔ ان تمام کے بعد جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو صحابہ کہتے ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی بتایا کہ حضرت یحییٰ شہید ہوئے تھے اور پھر بغیر وحی کی خبر بھی احادیث میں موجود ہے اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی یہی فرمایا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید ہوئے تھے اگر اتنی بڑی شہادتوں کے باوجود اس میں شُبہ کی گنجائش ہوسکتی ہے تو پھر ہمیں اپنے وجود کے بارے میں بھی شُبہ کرنا چاہیے۔

قرآن کریم میں بھی يَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ [ے] کے الفاظ آتے ہیں تم اس کی کوئی تشریح کرو لفظی طور پر تمہیں ماننا پڑے گا کہ اس میں قتل کے معنے بھی شامل ہیں اور اگر ہم ان تمام دلائل کو رد کر دیں تو پھر کوئی ایک سچائی بھی ایسی نہیں رہتی جس کو ہم ثابت کرسکیں یا جس کو اطمینان کے ساتھ اپنے عقائد میں شامل کرسکیں۔ سچائی اسی طرح ثابت ہوتی ہے کہ یا تاریخ سے کوئی بات ثابت ہوتی ہے۔ یا کوئی قوم دعویٰ کرتی ہے کہ فلاں واقعہ اس طرح ہؤا یا بعد کے نبیوں اور خدا رسیدہ لوگوں کی گواہی ہوتی ہے کہ ایسا ہؤا۔ اور اگر ہم ان تمام شواہد کو دیکھیں اور رد کر دیں تو دنیا میں کوئی ایک مسئلہ بھی ایسا نہیں رہ سکتا جو ثابت شدہ ہو۔ پھر دیکھو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ کیسا مشتبہ تھا۔ مگر اس میں سے بھی ثبوت نکل آئے کہ وہ قتل نہیں ہوئے۔ اور وہاں تو ان کے صلیب پر مرنے کا فائدہ تینوں جماعتوں کو تھا۔

رومیوں کو کیونکہ گورنر بچانے میں شامل تھا اگر ان کا بچ جانا ثابت ہوتا تو اس کی بدنامی ہوتی تھی یہود کو کیونکہ وہ اس طرح مسیحیت کا خاتمہ کرتے تھے۔ مسیحیوں کو کیونکہ پہلے زمانہ میں وہ مسیح کی دوسری زندگی پر پردہ ڈالنا چاہتے تھے اور بعد میں اپنے گناہ ان کے ذمہ ڈالنے کے لئے۔ لیکن باوجود اس کے حق پھوٹ پھوٹ پڑا ہے اور حضرت مسیح دوبارہ زندہ ہو گئے کا شور پڑ گیا ہے۔ مگر اس کے خلاف حضرت یحیٰی کی نسبت کسی کا بھی کوئی فائدہ نہ تھا۔ نہ رومیوں کو چھپانے کی کوئی ضرورت تھی نہ مریدوں کو۔ نہ عام یہود کو نہ مسیحیوں کو بلکہ مسیحیوں کے لئے تو مُضر تھا۔ کیونکہ اس طرح یوحنا بھی کفارہ قرار پا سکتے تھے۔ مگر انہوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ ان چار زبردست تاریخی شاہدوں اور حدیث اور اقوال حضرت مسیح موعود علیہ السلام جیسے مذہبی شاہدوں کے بعد کسی تاویل کی گنجائش باقی ہی نہیں رہتی۔ رہا یہ سوال کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ کہا وہ خطابیات کی قسم سے تھا سو اس کا مجمل جواب میں پہلے دے آیا ہوں۔ اب میں بتاتا ہوں کہ ان کا خطابیات میں سے ہونا بالکل ناممکن ہے مثلاً ایک حوالہ جو حمامۃ البشریٰ سے پیش کیا گیا ہے۔ اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

وَالْعَجَبُ مِنْهُمْ اَنَّهُمْ یُؤْمِنُوْنَ بِاَنَّ اللّٰہَ اَنْزَلَ فِی الْقُرْاٰنِ اٰیَاتٍ فِیْهَا ذِکْرُ وَفَاةِ الْمَسِیْحِ ثُمَّ یَظُنُّوْنَ اَنَّهٗ حَیٌّ جَالِسٌ فِی السَّمَاءِ الثَّانِیَةِ مَعَ اِبْنِ خَالَتِهٖ یَحْیٰی النَّبِیُّ الشَّهِیْدِ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِمُ السَّلَامُ وَلَا یَتَفَکَّرُوْنَ وَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلٰی اَنَّ یَحْیٰی قَدْ قُتِلَ وَلَحِقَ بِالْمَوْتٰی فَکَیْفَ جَمَعَ اللّٰہُ الْحَیَّ بِالْمَیِّتِ وَمَا لِلْمَوْتٰی وَالْاَحْیَاءِ فَالْعَجَبُ کُلَّ الْعَجَبِ اَنَّهُمْ یَجْمَعُوْنَ فِیْ عَقَائِدِهِمْ اِخْتِلَافَاتٍ کَثِیْرَةً وَلَا یَتَنَبَّهُوْنَ عَلٰی ذَالِکَ۔[8]

یعنی غیر احمدیوں پر تعجب ہے کہ ایک طرف تو وہ ایمان رکھتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایسی آیات نازل کی ہیں جن میں وفات مسیح کا ذکر ہے۔ دوسری طرف وہ گمان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح زندہ ہی دوسرے آسمان میں حضرت یحیٰی شہید کے پاس بیٹھے ہیں۔ وہ اس بات پر غور و تدبر نہیں کرتے کہ جب حضرت یحیٰی علیہ السلام قتل ہو کر مُردوں سے جا ملے تو اب خدا تعالیٰ نے زندہ کو فوت شدہ کے ساتھ کیونکر جمع کر دیا مُردوں اور زندہ میں کیا تعلق۔

پس تعجب یہ ہے کہ غیر احمدی لوگ اپنے عقائد میں بہت سے تناقضات جمع کر رہے ہیں اور اس پر آگاہ نہیں ہوتے۔

اس حوالہ سے یہ خیال کیا گیا ہے کہ یہاں خطابیات کے طور پر حضرت یحیٰ علیہ السلام کے قتل کے واقعہ کو بیان کیا گیا ہے اور غیر احمدیوں کا عقیدہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نقل کر دیا ہے۔ کہ چونکہ غیر احمدی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت یحیٰ علیہ السلام شہید ہوئے تھے اس لئے ان پر حجت تمام کرنے اور انہیں ملزم کرنے کے لئے اس عقیدہ کا ذکر کر دیا گیا حالانکہ اس میں غیر احمدیوں کا کیا قصور ہے یہ امر تو احادیث میں بیان کیا گیا ہے اور چار پانچ حدیثیں مَیں ایسی بیان کر چکا ہوں جن میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہ فرمایا ہے کہ حضرت یحیٰ علیہ السلام شہید ہوئے۔ اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں چار پانچ ابھی اور بھی ایسی حدیثیں ہوں گی جن میں قتل یحیٰ کا ذکر ہے۔

پس جب ہر جگہ حدیثوں میں بلا استثناء حضرت یحیٰ علیہ السلام کے قتل کا ذکر آتا ہے تو اس عقیدہ کے رکھنے میں غیر احمدیوں کا کیا قصور ہو گیا۔ کہ ان پر حجت تمام کرنے اور انہیں ملزم کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا ذکر کر دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا جب ذکر آتا ہے تو غیر احمدی بعض ایسی حدیثیں بھی پیش کر دیتے ہیں جن سے وہ سمجھتے ہیں ان کے دعویٰ کی تصدیق ہوتی ہے۔

مگر ہم ایسی حدیثیں پیش کرتے ہیں جن میں آپ کی وفات کا ذکر ہے مثلاً یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک سوبیس برس کی عمر پائی یا یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَوْ کَانَ مُوْسٰی وَ عِیْسٰی حَیَّیْنِ لَمَاوَسِعَهُمَا اِلَّا اتِّبَاعِیْ [9] کہ اگر موسیٰ اور عیسیٰ زندہ ہوتے تو انہیں میری اطاعت کے بغیر اور کوئی چارہ نہ تھا۔ پس وہاں چونکہ دونوں قسم کے اقوال موجود ہوتے ہیں اس لئے ہم غیر احمدیوں سے کہتے ہیں تم ان احادیث کو دیکھو جو قرآن کے مطابق ہیں اور ان کو ترک کر دو جو اس کے مطابق نہیں مگر حضرت یحیٰ علیہ السلام کے متعلق جو حدیث نکلتی ہے اس میں یہی بیان ہوتا ہے کہ وہ شہید ہوئے۔

پس اس عقیدہ کا احترام غیر احمدیوں پر کس طرح دیا جاسکتا ہے۔ یہ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

پر اعتراض ہوگا۔ کہ حضرت یحیٰؑ شہید نہیں ہوئے تھے۔ کیونکہ آپ نے بار بار فرمایا کہ وہ شہید ہوئے ہیں۔ اور کسی ایک حدیث میں بھی یہ نہیں فرمایا کہ انہوں نے اپنی طبعی موت سے وفات پائی ہے۔ پس اول تو یہ حوالہ خطابیات میں اس لئے شمار نہیں ہوسکتا۔ کہ جو عقیدہ غیر احمدی رکھتے ہیں وہ احادیث میں بیان ہو چکا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تصدیق فرما چکے ہیں۔ پس جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق کر دی تو لازما یہ ہمارا عقیدہ بھی بن گیا۔ اور جو ہمارا اپنا عقیدہ ہو وہ خطابیات میں شمار نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ خطابیات انہی دلائل کو کہتے ہیں جو صرف مخالف کے مسلّمہ ہوں اور اس پر اتمام حجت کرنے کے لئے اس کے سامنے پیش کئے جا رہے ہوں۔

پھر سوال یہ ہے کہ اگر یہاں قَدْ قُتِلَ کے الفاظ نہ ہوتے۔ تو کیا جو دلیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام پیش فرما رہے ہیں۔ وہ کمزور ہو جاتی۔ اگر تو قتل کے لفظ سے ہی دلیل بنتی تب تو ہم کہہ سکتے تھے کہ یہ خطابیات میں سے ہے۔ مگر ہم تو دیکھتے ہیں۔ کہ بغیر قتل ماننے کے بھی یہ دلیل پوری طرح قائم رہتی ہے۔

درحقیقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس جگہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت یحیٰؑ علیہ السلام کے پاس دیکھا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ بھی فوت ہو چکے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا یحیٰؑ مُردہ کے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام دیکھے جانے سے تو زندہ ثابت ہو سکتے تھے لیکن یحیٰؑ مقتول کے پاس دیکھے جانے سے وفات ثابت ہوتی تھی؟ اگر تو دلیل یہ ہوتی کہ کسی مقتول کے پاس جب عالمِ مکاشفات میں کسی شخص کو دیکھا جائے تو یہ اُس کی وفات کی دلیل ہوتی ہے تب تو ہم کہہ سکتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وفاتِ مسیح ثابت کرنے کے لئے حضرت یحیٰؑ کے متعلق قَـدْ قُتِـلَ کے الفاظ غیر احمدیوں کے عقیدہ کے مطابق اور ان پر حجت پوری کرنے کے لئے بڑھا دیئے۔ لیکن اگر کسی مُردہ کی روح کے پاس کسی دوسرے کی روح دیکھے جانے سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ دونوں فوت شدہ ہیں تو صاف معلوم ہو گیا کہ یہاں قَـدْ قُتِـلَ کے الفاظ خطابیات کے طور پر استعمال نہیں کئے گئے بلکہ امرِ واقع کے طور پر استعمال کئے گئے ہیں۔

پس قَدْ قُتِلَ میں جو دلیل پیش کی گئی ہے یہ خطابیات میں سے ہو ہی نہیں سکتی۔ کیونکہ بغیر قتل کہنے کے بھی اصل دلیل ثابت ہو سکتی تھی۔ دوسرے مخاطب مسلمان ہیں ان پر بائیبل کے حوالوں کا کیا الزام تھا کہ ان کے سامنے یہ بات خطابی طور پر پیش کی جاتی۔ پس یہ حوالہ ہرگز ایسا نہیں جس سے یہ استدلال کیا جا سکے کہ اس میں خطابیات کے طور پر حضرت یحییٰ علیہ السلام کا واقعۂ قتل بیان کیا گیا ہے۔ اس کی تائید میں ایک اور حوالہ تحفہ گولڑویہ سے بھی پیش کیا گیا ہے جو یہ ہے کہ

''اللہ تعالیٰ کی قدیم سنتوں اور عادتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب مخالف اس کے نبیوں اور ماموروں کو قتل کرنا چاہتے ہیں تو ان کو ان کے ہاتھ سے اس طرح بھی بچالیتا ہے کہ وہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہم نے اس شخص کو ہلاک کر دیا۔ حالانکہ موت تک اس کی نوبت نہیں پہنچتی اور یا وہ سمجھتے ہیں کہ اب وہ ہمارے ہاتھ سے نکل گیا حالانکہ وہیں چھپا ہوا ہوتا ہے۔ اور ان کے شر سے بچ جاتا ہے''۔[10]

کہتے ہیں اس سے بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کو قتل سے محفوظ رکھتا ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ دشمن کے ہاتھ سے انہیں اس طرح بھی بچا لیتا ہے کہ وہ سمجھتے ہیں ہم نے اسے ہلاک کر دیا۔ حالانکہ موت تک اس کی نوبت نہیں پہنچتی۔ یا سمجھتے ہیں وہ ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔ حالانکہ وہ وہیں چھپا ہوا ہوتا ہے مگر سوال یہ ہے کہ کیا حضرت یحییٰ علیہ السلام انہی انبیاء میں سے ہیں جن کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ قاعدہ بیان فرمایا ہے۔ آخر اللہ تعالیٰ جب کسی کو دشمن کے ہاتھ سے بچاتا ہے تو لوگوں کو بتاتا بھی ہے کہ دیکھو مَیں نے اسے دشمن کے ہاتھ سے بچا لیا۔ مثلاً ہم کہتے ہیں دشمن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب میں غارِ ثور تک پہنچے۔ مگر خدا تعالیٰ نے ان پر ایسا تصرف کر دیا کہ وہ آگے جھک کر نہ دیکھ سکے اور خائب و خاسر واپس لَوٹ آئے۔[11] اب جب ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ غارِ ثور میں اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے حملہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بچایا۔ تو اس بچانے کی دلیل یہ دیتے ہیں۔ کہ پھر کہتے ہیں وہ وہاں سے نکلے اور سلامتی کے ساتھ مدینہ پہنچ گئے۔ اسی طرح جب ہم کہتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے صلیبی موت سے بچایا۔ تو دلیل یہ دیتے ہیں کہ پھر وہاں سے بچ کر وہ تبلیغ کرتے کرتے کشمیر آ گئے اور یہیں ایک لمبا عرصہ رہ کر انہوں نے

وفات پائی لیکن اگر ہم یہ ثبوت تو پیش نہ کریں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم غارِ ثور سے نکل کر مدینہ پہنچے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب سے زندہ اتر کر کشمیر چلے گئے اور یونہی کہنا شروع کر دیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بچا لیا۔ تو کیا دنیا کا کوئی بھی شخص ہماری اس بات کو ماننے کے لئے تیار ہوگا۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بعض انبیاء کو اسی طرح بچاتا ہے جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ذکر کیا۔ اور یہ بالکل درست ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عقیدہ کے رو سے حضرت یحیٰ انہی میں سے ہیں اگر نہیں تو پھر آپ کا صریح فیصلہ موجود ہوتے ہوئے ہم حضرت یحیٰ علیہ السلام کو اس قانون کے نیچے کس طرح لا سکتے ہیں۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ سے صاف عیاں ہے کہ یہاں آپ تمام انبیاء کا ذکر نہیں کر رہے۔ بلکہ صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کر رہے ہیں۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی وہ تھے جن کے متعلق دشمنوں نے سمجھا کہ انہوں نے آپ کو ہلاک کر دیا ہے حالانکہ موت تک ان کی نوبت نہیں پہنچی تھی۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ نبی ہوئے ہیں جن کے متعلق دشمنوں نے یہ خیال کیا کہ وہ ہمارے ہاتھ سے نکل گئے ہیں۔ حالانکہ آپ وہیں غارِ ثور میں چھپے بیٹھے تھے۔ تو یہ دونوں مثالیں صرف دو نبیوں کے متعلق ہیں۔ جن میں سے ایک اپنے سلسلہ کا آخری نبی تھا۔ اور دوسرا اپنے سلسلہ کا پہلا نبی اور یہ دونوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فتویٰ کے مطابق قتل نہیں ہو سکتے تھے۔ پس یہ دونوں مثالیں بتاتی ہیں کہ ان میں محض دونوں نبیوں یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا گیا ہے اگر درمیانی انبیاء کے متعلق بھی یہی اصول ہوتا تو ان کی بھی کوئی مثال آپ کیوں پیش نہ فرماتے۔

دوسرا حوالہ اعجاز المسیح سے یہ پیش کیا گیا ہے کہ وَلَمَّا جَاءَ هُمْ اِمَامٌ بِمَا لَا تَهْوٰى اَنْفُسُهُمْ اَرَادُوْا اَنْ يَّقْتُلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يَّمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ فَكَيْفَ الْمُرْسَلُوْنَ اَنَّهٗ يَعْصِمُ عِبَادَهٗ مِنْ عِنْدِهٖ وَلَوْ مَكَرَ الْمَاكِرُوْنَ [12] کہ جب ان لوگوں کے پاس امام وہ تعلیم لایا جسے ان کے نفس پسند نہ کرتے تھے تو انہوں نے دیدہ دانستہ اس کے قتل کا ارادہ کیا۔

حالانکہ کوئی انسان بھی بجز اذنِ الٰہی فوت نہیں ہوسکتا۔ چہ جائیکہ اس کے مُرسلوں کو قتل کیا جا سکے یقیناً اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے خاص سامانوں کے ذریعہ اپنے رسولوں کو قتل سے محفوظ رکھتا ہے خواہ مکر کرنے والے ہزار مکر کریں یہ حوالہ بتاتا ہے کہ اس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف یہ بیان فرمارہے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کوئی شخص فوت نہیں ہوسکتا۔ کُجا یہ کہ اس کے رسول اور نبی بغیر اذن کے فوت ہوسکیں سو یہ بالکل درست ہے ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اگر حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہوتا کہ وہ قتل نہیں ہوسکتے تو دنیا کی کوئی طاقت انہیں ہلاک نہ کرسکتی جیسے سلسلہ کے اول اور آخری نبی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے اور بڑے سے بڑا دشمن بھی کسی سلسلہ کے پہلے اور پچھلے نبی کو نہیں مار سکتا۔ چنانچہ دیکھ لو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دشمنوں نے بڑا زور لگایا۔ کہ آپؐ کو قتل کریں۔ مگر وہ آپ کو قتل نہ کرسکے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بڑا زور لگایا۔ کہ وہ آپ کو قتل کریں مگر قتل نہ کرسکے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق بڑا زور لگایا کہ وہ آپ کو قتل کردیں مگر قتل نہ کرسکے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق بڑا زور لگایا کہ وہ آپ کو قتل کریں۔ مگر قتل نہ کرسکے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق بڑا زور لگایا کہ وہ آپ کو قتل کریں مگر قتل نہ کرسکے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق دشمنوں نے بڑا زور لگایا کہ وہ آپ کو قتل کریں۔ مگر قتل نہ کرسکے۔ کیونکہ سلسلہ کا پہلا اور پچھلا نبی قتل نہیں ہوسکتا۔ اور اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا صریح فیصلہ موجود ہے۔ یہ امر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس جگہ بیان فرمارہے ہیں کہ جب عام انسان بھی بغیر اذنِ الٰہی کے نہیں مرسکتے۔ تو رسول اور نبی کس طرح مرسکتے ہیں گویا یہ دلیل بالاولیٰ ہے جو پیش کی گئی ہے۔ ورنہ بغیر اذن کے نہ مرنے میں تو نبی اور غیر نبی سب شامل ہیں۔

حتّٰی کہ ابوجہل بھی بغیر اذنِ الٰہی کے نہیں مرسکتا تھا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی بھی بغیر اذنِ الٰہی کے نہیں مرسکتا تھا اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرت سری بھی بغیر اذنِ الٰہی کے نہیں مرسکتے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دلیل صرف یہ دی ہے کہ جب بغیر اذنِ الٰہی کے کافر بھی نہیں مرسکتے تو خدا تعالیٰ کے نبی کس طرح مرسکتے ہیں۔ گویا اس کے معنے یہ ہیں کہ ہر انسان کی موت

اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے اگر وہ بچانا چاہے تو کون مار سکتا ہے اور نبیوں کا حال تو بالکل بالا ہے۔ جب عام مومن حتّٰی کہ ایک کافر بھی بغیر اذنِ الٰہی کے نہیں مر سکتا۔ تو نبی کس طرح بغیر اِذنِ الٰہی کے مر سکتے ہیں۔ پس اس حوالہ سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی یا غیر نبی بغیر اِذنِ الٰہی کے نہیں مر سکتے۔ اس لئے تم لوگ مجھے نہیں مار سکتے۔ کیونکہ میرے متعلق اللہ تعالیٰ کا اِذن نہیں ہے کہ مجھے کوئی مار سکے۔ اور اس حوالہ کا مضمون زیر بحث سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

تیسرا حوالہ تذکرۃ الشہادتین سے یہ پیش کیا گیا ہے کہ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ لَا یَکُوْنُ لَھُمْ خَیْرُ الْعَاقِبَۃِ وَیُعَادِیْھِمُ اللّٰہُ فَیُقَتَّلُوْنَ تَقْتِیْلًا۔ وَ یطوی اَمْرَھُمْ بِاَسْرَعِ حِیْنٍ فَلَا تَسْمَعُ ذِکْرَھُمْ اِلَّا قَلِیْلًا وَاَمَّا الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَجَاؤُوْا مِنْ رَبِّھِمْ فَمَنْ ذَالَّذِیْ یُقْتُلُھُمْ اَوْ یَجْعَلُھُمْ ذَلِیْلًا۔ اِنَّ رَبَّھُمْ مَعَھُمْ فِیْ صَبَاحِھِمْ وَضَحَاھِمْ وَھَجِیْرِھِمْ وَاِذَا دَخَلُوْا اَصِیْلًا۔ [۱۳]

کہ جو لوگ افتراء علی اللہ کرتے ہوئے مدعی نبوت بنتے ہیں۔ ان کا انجام ہرگز اچھا نہیں ہوتا۔ بلکہ خدا ان کا دشمن ہو جاتا ہے۔ اور وہ بُری طرح قتل کئے جاتے ہیں ان کی صف جلد لپیٹ دی جاتی ہے۔ تجھے تھوڑے دنوں تک ہی ان کا نام سنائی دے گا۔ ہاں جو لوگ اپنے دعویٰ نبوت میں سچے ہوتے ہیں۔ اور اپنے رب کی طرف سے ہوتے ہیں۔ کون ہے جو ان کو قتل کر سکے یا ان کو ذلیل و رُسوا کر سکے۔ ان کا خدا ہر وقت اور ہر گھڑی ان کے ساتھ ہوتا ہے۔

اس سے بھی یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے۔ کہ اس سے ثابت ہوتا ہے جو شخص سچا نبی ہو اسے کوئی قتل نہیں کر سکتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ صریح طور پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اور مقامات پر یہ فرما دیا ہے کہ حضرت یحیٰ علیہ السلام شہید ہوئے ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی الہامی طور پر اس بات کی تصدیق کی ہے اور آپ نے فرمایا ہے کہ حضرت یحیٰ علیہ السلام شہید ہوئے۔

پھر تاریخ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت یحیٰ علیہ السلام شہید ہوئے۔ پھر حضرت یحیٰ علیہ السلام کی خود اپنی قوم اور دوسری اقوام یعنی رومیوں، عیسائیوں اور یہودیوں کا جو آپ کو نبی نہیں مانتے صرف بزرگ مانتے ہیں یہی عقیدہ ہے کہ حضرت یحیٰ علیہ السلام شہید ہوئے۔

تو بہرحال صریح حوالجات کی موجودگی میں اور حدیث اور تاریخ اور اقوامِ عالَم کی گواہی کی موجودگی میں ہمیں اس کی کوئی تاویل کرنی پڑے گی۔ اور اس حوالہ کے کوئی ایسے معنے کرنے پڑیں گے جو خلافِ عقل نہ ہوں اور وہ معنے یہی ہیں کہ یہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام انہی نبیوں کا ذکر کر رہے ہیں جن کے متعلق یہ الٰہی فیصلہ ہو کہ وہ قتل نہیں ہو سکتے۔ سلسلہ کا پہلا اور پچھلا نبی تو بہرحال قتل نہیں ہوسکتا۔ درمیانی انبیاء میں سے بھی ضروری نہیں کہ سب قتل ہوں۔ بلکہ یہ ممکن ہے کہ درمیانی انبیاء میں سے بھی کوئی ایسا نبی ہو جسے اللہ تعالیٰ یہ الہام کر دے کہ تجھے دشمن قتل نہیں کرسکتا۔

پس اگر درمیانی انبیاء میں سے بھی کوئی ایسا نبی ہو۔ جسے الہاماً اللہ تعالیٰ عصمت کا وعدہ دیدے اور کہہ دے۔ کہ دشمن تجھے قتل کرنے پر قادر نہیں ہو سکتے۔ تو پھر وہ بھی ان انبیاء میں شامل ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ جہاں تک میں سمجھتا ہوں یہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام صرف اپنا ذکر کر رہے ہیں۔ عام قاعدہ بیان نہیں فرما رہے۔ اور اپنے متعلق یہ فرما رہے ہیں کہ مجھے دشمن کبھی قتل نہیں کرسکتا۔ خواہ کس قدر کوشش کرے اس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے فارسی قصیدہ میں جو علامات مقربین کے بارہ میں ہیں۔ اور جس کا ایک مصرعہ علَی الخصوص

''اگر آہ میرزا باشد''

ہے گو بظاہر سب مقربین کی علامات بیان کی ہیں۔ مگر بعض اشعار سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ صرف اپنے مقام کے متعلق ہیں اور دوسروں پر اس کی بعض علامات چسپاں نہیں ہوسکتیں۔

اسی طرح حقیقۃ الوحی میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ

''اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں اس امت کے بعض افراد کو مریم سے تشبیہہ دیتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ وہ مریم عیسیٰ سے حاملہ ہوگئی'' [۱۴]

حالانکہ آپ نے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ:

''اس امت میں بجز میرے کسی نے اس بات کا دعویٰ نہیں کیا کہ میرا نام خدا نے مریم رکھا۔ اور پھر اس مریم میں عیسیٰ کی روح پھونک دی ہے'' [۱۵]

اور پھر فرماتے ہیں کہ

''میرے سوا تیرہ سو برس میں کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا'' [۱۶]

حالانکہ پہلے آپ نے ''بعض افراد'' کے الفاظ استعمال کئے تھے۔ پس جس طرح آپ نے وہاں گو ''بعض افراد'' کے الفاظ استعمال کئے۔ مگر مراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے آپ کو لیا۔ اسی طرح اس جگہ بھی صرف اپنا وجود مراد ہے اور فرماتے ہیں کہ دشمن کہتا ہے کہ میں تجھے قتل کر دوں گا۔ حالانکہ خدا نے مجھے مارنے کے لئے نہیں بلکہ زندہ رکھنے کے لئے پیدا کیا ہے اور کوئی نہیں جو میرے قتل پر قادر ہو سکے۔ اسی طرح کہا گیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرمایا ہے کہ کسی نبی کا قتل ہونا اس کے جھوٹے ہونے کی علامت ہوتی ہے اور اس کے ثبوت میں براہین احمدیہ حصہ پنجم کا حوالہ پیش کیا گیا ہے کہ:-

''یہودیوں کا یہ کہنا کہ ہم نے عیسیٰ کو قتل کر دیا۔ اس قول سے یہودیوں کا مطلب یہ تھا۔ کہ عیسیٰ کا مومنوں کی طرح خدا تعالیٰ کی طرف رفع نہیں ہوا۔ کیونکہ توریت میں لکھا ہے کہ جھوٹا پیغمبر قتل کیا جاتا ہے پس خدا نے اس کا جواب دیا ہے کہ عیسیٰ قتل نہیں ہوا بلکہ ایمانداروں کی طرح خدا تعالیٰ کی طرف اُس کا رفع ہوا'' [۱۷]

اسی طرح یہ حوالہ پیش کیا گیا ہے کہ:-

''اصل بات تو یہ تھی کہ توریت کی رو سے یہودیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ اگر نبوت کا دعویٰ کرنے والا مقتول ہو جائے تو وہ مفتری ہوتا ہے سچا نبی نہیں ہوتا۔ اور اگر کوئی صلیب دیا جائے تو وہ لعنتی ہوتا ہے'' [۱۸]

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں قتل سے مراد درحقیقت صلیب ہی ہے۔ عام قتل نہیں ہے چونکہ قتل عام لفظ ہے۔ اور صلیب خاص اس لئے قتل کا لفظ جس طرح قتل پر بولا جاتا ہے خواہ کوئی تلوار سے مارے یا گلا گھونٹ کر مارے اسی طرح صلیب کے لئے بھی قتل کا لفظ ہی استعمال کیا جاتا ہے۔

اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس جگہ قتل کا جو لفظ استعمال کیا ہے اس سے مراد دراصل صلیب والا قتل ہی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ لوگوں نے یہود کے اس طریق کو نہیں

سمجھا۔ کہ وہ خالی صلیب نہیں دیا کرتے تھے بلکہ یا تو انسان کو قتل کر کے صلیب پر لٹکاتے تھے یا صلیب پر لٹکانے کے بعد اس کی ہڈیاں توڑتے اور اسے مارتے تھے اور ان دونوں باتوں کا ثبوت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں سے بھی ملتا ہے اُردو اناجیل میں گو عام طور پر اسی قسم کے الفاظ ہوتے ہیں کہ یہود نے حضرت مسیح کو صلیب پر لٹکا کر مار دیا۔ مگر انگریزی اناجیل میں اس مفہوم کو ان الفاظ میں ادا کیا گیا ہے۔

"They killed him and hanged him on the tree" [19]

کہ انہوں نے مسیح کو قتل کیا۔ اور پھر صلیب پر لٹکا دیا کیونکہ یہودیوں میں طریق یہی تھا کہ یا تو وہ پہلے مار کر صلیب پر لٹکاتے تھے یا جسم کو صلیب پر سے اتار کر اس کی ہڈیاں توڑتے تھے خالی صلیب پر لٹکا کر مارنا اصل طریق نہیں تھا۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں جب حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق یہود کے اس دعویٰ کی کہ انہوں نے آپ کو مصلوب کر دیا ہے تردید کی تو فرمایا مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ [20] کہ انہوں نے نہ آپ کو قتل کیا ہے۔ نہ صلیب دیا ہے گویا قتل اور صلیب دونوں لفظ قرآن کریم نے اکٹھے استعمال کئے ہیں کیونکہ ان میں خالی صلیب دینے کا دستور نہیں تھا۔ بلکہ وہ یا تو پہلے مارتے اور پھر صلیب دیتے یا پہلے صلیب پر لٹکاتے اور بعد میں ہڈیاں توڑتے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیش کردہ حوالہ میں بھی قتل سے مراد صلیب ہی ہے۔ کیونکہ یہود یا تو قتل کر کے صلیب پر لٹکاتے تھے یا صلیب پر لٹکانے کے بعد ہڈیاں توڑ کر قتل کرتے تھے۔ ایک اور حوالہ یہ پیش کیا گیا ہے کہ:-

''توریت کی رو سے یہودیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ اگر نبوت کا دعویٰ کرنے والا مقتول ہو جائے۔ تو وہ مفتری ہوتا ہے۔ سچا نبی نہیں ہوتا''۔

یہ حوالہ جیسا کہ ظاہر ہے یہود کے متعلق ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ''یہودیوں کا یہ عقیدہ تھا'' مگر جیسا کہ میں بتا چکا ہوں یہ عقیدہ تمام یہود کا نہیں بلکہ یہود میں سے اکثر کا یہ عقیدہ ہے کہ خالی مارے جانے سے کوئی نبی لعنتی نہیں ہوسکتا۔ بلکہ لعنتی اس وقت ہوتا ہے جب وہ صلیب پر لٹکایا جائے۔ بائیبل کا بھی صرف یہ منشاء ہے کہ جھوٹا ضرور ہلاک ہوتا ہے۔ اس کے برعکس نہیں۔

پس بعض یہود کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس حوالہ میں جو ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ:-

''اگر نبوت کا دعویٰ کرنے والا مقتول ہو جائے تو وہ مفتری ہوتا ہے سچا نبی نہیں ہوتا''

اس کے متعلق ضرور ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بعض حوالے بتائے گئے ہوں گے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کی بناء پر یہ بات لکھی۔ لیکن یہ یقینی بات ہے کہ یہ ساری قوم کا عقیدہ نہیں ممکن ہے کوئی کہے کہ جب یہ ساری قوم کا عقیدہ نہیں۔ بلکہ بعض یہود کا یہ عقیدہ ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا ذکر کیوں کیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس قسم کے ذکر کی قرآن کریم میں بھی مثال پائی جاتی ہے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ عیسائی حضرت مسیح علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم صدیقہ کو خدا مانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سورۂ مائدہ میں یہ بیان فرماتا ہے کہ قیامت کے دن میں حضرت مسیح سے یہ سوال کروں گا کہ کیا تُو نے یہ لوگوں سے کہا تھا۔ کہ مجھے اور میری والدہ کو خدا سمجھو اور ہماری پرستش کیا کرو۔[۲۱] اب تم عیسائیوں سے پوچھ دیکھو ان میں سے کتنے ہیں۔ جو حضرت مریم صدیقہ کی خدائی کے قائل ہیں۔ یقیناً اگر تم تحقیق کرو گے تو تمہیں سو میں سے ایک نہیں ہزار میں سے ایک نہیں۔ لاکھ میں سے ایک نہیں۔ کروڑ میں سے بھی ایک عیسائی ایسا نہیں ملے گا جو یہ کہتا ہو کہ وہ حضرت مریم صدیقہ کو خدا سمجھتا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آج روئے زمین پر ایک شخص بھی ایسا نہیں جو حضرت مریم صدیقہ کی خدائی کا قائل ہو۔ جب ہمیں موجودہ دنیا میں کوئی شخص ایسا نظر نہیں آتا جو حضرت مریم کی خدائی کا قائل ہو تو ہمیں تاریخ کی ورق گردانی کرنی پڑتی ہے۔ اور بڑی بڑی پرانی تاریخوں کی چھان بین کے بعد ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عیسائیوں کا ایک چھوٹا سا فرقہ تھا جو یہ کہا کرتا تھا کہ حضرت مریم صدیقہ بھی خدا ہیں مگر قرآن نے تو یہ نہیں کہا کہ یہ ایک چھوٹا سا فرقہ ہے اس نے عام رنگ میں ذکر کیا ہے اسی طرح یہ حوالہ ہے۔ بعض یہود کا ممکن ہے یہ خیال ہو کہ اگر نبوت کا دعویٰ کرنے والا مقتول ہو جائے تو وہ مفتری ہوتا ہے۔ سچا نبی نہیں ہوتا مگر مجھے کوئی حوالہ یاد نہیں اور نہ ایسے یہود کا علم ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حوالے بِالعموم مفتی محمد صادق صاحب نکال کر دیا کرتے

تھے۔ اور یقیناً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کوئی ایسا حوالہ بتایا گیا ہوگا جس کی بناء پر آپ نے یہ لکھا گو جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے میری نظر سے ابھی تک کوئی ایسا حوالہ نہیں گزرا۔ بہرحال اگر بعض یہود کا بھی یہ عقیدہ ہو تو بھی اس عقیدہ کو ہم ساری قوم کی طرف منسوب کر سکتے ہیں؟ گو مراد اس سے بعض یہود ہی ہوں گے اکثر یہود کا جو عقیدہ ہے وہ یہ ہے کہ وہ نبی جو صلیب پر مارا جائے وہ لعنتی ہوتا ہے۔ نہ یہ کہ جو نبی قتل ہو جائے وہ بھی لعنتی ہوتا ہے گویا قتل ہونا یا مارا جانا جھوٹے ہونے کی علامت نہیں۔ بلکہ صلیب پر مارا جانا جھوٹے ہونے کی علامت ہے۔ اور اس جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہود کی طرف جو امر منسوب فرمایا ہے یہ تمام یہود کا نہیں بلکہ بعض یہود کا ہے اور میں بتا چکا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا اسی طرح ذکر کیا ہے۔ جس طرح قرآن کریم نے کہہ دیا کہ عیسائی حضرت مریم صدیقہ کو خدا مانتے ہیں۔ حالانکہ آج انہیں خدا ماننے والا ایک عیسائی بھی نہیں۔

اسی طرح قرآن کریم میں آتا ہے کہ یہود کا یہ عقیدہ ہے کہ عزیر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے۔ اب تم تمام یہودیوں سے پوچھ دیکھو۔ وہ کبھی نہیں مانیں گے کہ ان کا یہ عقیدہ ہے۔ اس کے متعلق بھی ہمیں پرانی تاریخوں کی چھان بین کرنی پڑتی ہے اور ایک لمبی تلاش کے بعد ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہود کے بعض قبائل یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ حضرت عزیر اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کا ذکر عام رنگ میں کر دیا [۲۲] یہ نہیں کیا کہ عام یہود ایسا نہیں مانتے صرف بعض یہود کا یہ خیال ہے کیونکہ اگر ساری قوم میں سے کچھ لوگ بھی غلط راستے پر ہوں۔ اور قوم ان کا رد نہ کرے۔ تو ساری قوم پر اعتراض عائد ہوتا ہے۔ اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ فلاں قوم ایسا کہتی ہے۔

ہمارے دعویٰ کا ایک اور ثبوت بھی موجود ہے۔ اور وہ یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یہود نے جب یہ الزام لگایا کہ وہ صلیب پر لٹک کر فوت ہوئے ہیں اور انہوں نے دعویٰ کیا کہ وہ لعنتی موت مرے ہیں۔ تو دیکھ لو اللہ تعالیٰ نے اس کی کتنی تردید کی اور کس طرح بار بار کہا کہ یہود اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہیں۔ اگر اس کی وجہ محض یہود کا یہ عقیدہ رکھنا ہوتی۔ کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا ہے۔ اور محض قتل کی وجہ سے وہ سمجھتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جھوٹے ہیں تو

جب انہوں نے کہا تھا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام بھی قتل ہوئے ہیں تو چاہیے تھا کہ قرآن کریم اس کا بھی رد کرتا۔ مگر قرآن کریم یحییٰ علیہ السلام کی برأت نہیں کرتا نہ یہود اس پر لعنت کا الزام لگاتے ہیں نہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کی تردید کرتے ہیں۔

مگر مسیح علیہ السلام کے مصلوب ہونے کی قرآن بار بار تردید کرتا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی تردید کرتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے خدا تعالیٰ کی کوئی خاص رشتہ داری ہے۔ کہ جب ان پر کوئی الزام لگتا ہے اس وقت تو وہ تردید کرنے لگ جاتا ہے۔ لیکن اگر اسی قسم کا الزام یحییٰ پر لگے۔ تو وہ تردید کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تو وہ بار بار کہتا ہے کہ یہود بالکل جھوٹ کہتے ہیں۔ عیسیٰ ہرگز صلیب پر نہیں مرا۔ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ [۲۳] خدا نے اسے عزت دی۔ اسی طرح اِنِّی مُتَوَفِّيْكَ [۲۴] فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِیْ [۲۵] اور دوسری آیتوں میں خدا اس کی تردید کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ حضرت مسیح کی صلیب پر موت نہیں ہوئی۔ مگر اسی قسم کی موت یعنی جھوٹوں والی موت کا الزام یہود حضرت یحییٰ پر بھی لگاتے ہیں اور وہ کوئی بھی تردید نہیں کرتا۔

پھر اگر یہود کا واقعہ میں یہ عقیدہ ہوتا کہ اگر نبوت کا دعویٰ کرنے والا مقتول ہو جائے تو وہ مفتری ہوتا ہے تو انہیں چاہیے تھا وہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو جھوٹا نبی سمجھتے حالانکہ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں یہود کی اکثریت انہیں بزرگ تسلیم کرتی ہے اور ان کا ایک حصہ انہیں نبی مانتا ہے اگر ان کا یہ عقیدہ ہوتا کہ جو نبی بھی قتل ہو جائے وہ جھوٹا ہوتا ہے تو وہ حضرت یحییٰ کو مقتول ماننے کے باوجود بزرگ کس طرح تسلیم کرتے کیا کوئی جھوٹا شخص بھی بزرگ ہوا کرتا ہے۔ مگر ایک واقعہ ہے کہ آج تک یہودی انہیں بزرگ مانتے چلے آتے ہیں۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی مسیح کے صلیب کے واقعہ کی تو بار بار تردید کرتے ہیں۔ مگر قتلِ یحییٰ کی کوئی تردید نہیں کرتے۔ اور اگر ذکر کرتے ہیں تو اس طرح کہ یحییٰ قتل ہوا۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کی صداقت کے لئے اس امر کی ہرگز کوئی ضرورت نہ تھی کہ بار بار اس امر پر زور دیا جاتا۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر لٹک کر فوت نہیں ہوئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے دعویٰ کی صداقت کے لئے صرف اتنی بات

ثابت کر دینی کافی تھی ۔ کہ حضرت مسیح فوت ہوگئے ہیں ۔ چاہے وہ صلیب پر فوت ہوئے ہوں یا طبعی موت سے مرے ہوں ۔ کیونکہ اگر ان کی وفات ثابت نہ ہوتی تو آپ کا دعویٰ ثابت نہ ہوسکتا ۔ اور ایک کہنے والا کہہ سکتا تھا کہ جب مسیح آسمان پر زندہ موجود ہے اور اسی نے آخری زمانہ میں آنا ہے تو آپ کو ہم کیوں مانیں ۔ پس ضرورت صرف اس امر کی تھی کہ حضرت مسیح کی وفات ثابت کر دی جاتی اس امر کی کوئی ضرورت نہیں تھی کہ یہ ثابت کیا جاتا مسیح صلیب پر لٹک کر فوت نہیں ہوا وہ چاہے صلیب پر مرتے یا طبعی موت سے وفات پاتے بات ایک ہی تھی ۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ ہر صورت میں ثابت تھا مگر آپ نے اس کی تردید کی اور اس لئے کی کہ اس سے قرآن اور روحانیت پر ضرب پڑتی تھی پس آپ نے اس پر اپنے لئے زور نہیں دیا ۔ بلکہ قرآن کریم کی صداقت ظاہر کرنے کے لئے دیا ۔ ورنہ آپ کا دعویٰ ہر صورت میں ثابت تھا ۔ چاہے یہ کہا جاتا کہ حضرت مسیح صلیب پر فوت ہوئے ہیں چاہے یہ کہا جاتا کہ وہ کسی مرض میں مبتلا ہو کر فوت ہوئے ہیں ۔

بہرحال جب یہ ثابت ہو جاتا کہ وہ مرگئے ہیں اور اب دنیا میں واپس نہیں آسکتے ۔ تو ایک عقلمند شخص یہ سوچ سکتا تھا کہ جب پہلا مسیح مر چکا ہے ۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں یہ ہیں ۔ کہ ایک مسیح آنے والا ہے تو ضرور اس سے مراد اس کا کوئی بروز اور مثیل ہے اور اس کے بعد وہ اس بات پر مجبور ہوتا کہ آپ کے دعویٰ پر غور کرے ۔ پس آپ کو اپنے دعویٰ کے ثبوت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر سے زندہ اتارنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں تھی ۔ مگر سب لوگ جانتے ہیں کہ آپ نے اس پر بڑا زور دیا ہے اور بار بار فرمایا ہے کہ حضرت مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے ۔ پس سوال یہ ہے کہ آپ نے اس پر کیوں زور دیا ۔ جب کہ آپ کے دعویٰ کے ساتھ براہ راست اس امر کا کوئی تعلق نہیں تھا ۔ اس کا جواب یہی ہے کہ آپ نے اپنے فائدہ کے لئے نہیں بلکہ قرآنی صداقت کے اظہار کے لئے اس پر زور دیا ہے اور اس لئے زور دیا کہ اس سے قرآن اور روحانیت پر ضرب پڑتی تھی ۔ لیکن جب یحییٰ علیہ السلام کا ذکر آتا ہے تو وہاں ایک دفعہ بھی یہ نہیں فرماتے ۔ کہ وہ قتل نہیں ہوئے ۔

بلکہ جہاں کہتے ہیں یہی کہتے ہیں کہ حضرت یحییٰ قتل ہوئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ

قتلِ یحییٰ سے آپ کے نزدیک کسی قرآنی صداقت پر زد نہیں پڑتی تھی۔ ممکن ہے کوئی کہہ دے کہ عام حوالوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو فرما دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کو قتل سے محفوظ رکھتا ہے یہ چونکہ اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کافی تھا۔ کہ انبیاء قتل سے محفوظ رہتے ہیں۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کا الگ ذکر نہیں فرمایا۔ ہم کہتے ہیں اگر عام حوالے ہی کافی ہو سکتے تھے تو پھر حضرت مسیح کے واقعہ کے متعلق زور دینے اور بار بار بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی اس کے متعلق بھی سمجھ لیتے کہ وہ عام حوالوں سے اس کی تردید ہو چکی ہے اور خاص طور پر زور نہ دیتے۔ اور دونوں سے یکساں سلوک کرتے اگر ایک کا ذکر چھوڑا تھا تو دوسرے کا ذکر بھی چھوڑ دیتے اور اگر ایک کے متعلق زور دیا تھا تو دوسرے کے متعلق بھی زور دے دیتے۔ مگر آپ نے حضرت مسیح کے مصلوب ہونے کی تو بار بار تردید فرمائی۔ مگر حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل ہونے کی ایک جگہ بھی تردید نہیں فرمائی۔

بلکہ جہاں لکھا ہے یہی لکھا ہے کہ وہ قتل ہوئے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یحییٰ کے واقعہ قتل کی آپ نے اس لئے تردید نہیں کی۔ کہ وہ واقعہ میں قتل ہوئے اور حضرت مسیح کے مصلوب نہ ہونے پر اس لئے زور دیا۔ کہ وہ واقعہ میں صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے۔ بعضوں نے لکھا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جو حوالجات ہیں یہ پہلے کے ہیں اور جن حوالوں میں آپ نے یہ فرمایا ہے۔ کہ انبیاءِ قتل سے محفوظ رہتے ہیں۔ جیسا کہ تحفہ گولڑویہ وغیرہ میں وہ بعد کے ہیں اور بعض ایسی کتابوں کے ہیں جو ۱۹۰۲ء یا ۱۹۰۳ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھیں۔ اس لئے بعد کے حوالے زیادہ یقینی ہیں بہ نسبت پہلے حوالوں کے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اول میری جس قدر روایتیں ہیں۔ وہ سب بعد کے زمانہ کی ہیں۔ تحفہ گولڑویہ کی اشاعت کے وقت میں بالکل بچہ تھا۔ پس میں نے جو روایتیں بیان کی ہیں یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کے آخری دو تین سالوں کی ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب فوت ہوئے ہیں اس وقت میری عمر انیس ۱۹ سال کی تھی۔ اور وہ عمر جس میں مَیں مسائل سمجھ سکتا تھا اور روایت یاد رکھ سکتا تھا اور پیش کر سکتا تھا وہ سولہ سترہ سال کی ہی ہو سکتی ہے۔ پس میں

نے جو روایتیں بیان کی ہیں وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کے آخری تین چار سال سے تعلق رکھتی ہیں اور یہ بہرحال بعد کا زمانہ ہے پہلا نہیں پھر میں نے پچھلی دفعہ بیان کیا تھا کہ میں نے مفتی محمد صادق صاحب سے دریافت کرایا تو انہوں نے کہا کہ مجھے اس بارہ میں کچھ یاد نہیں مگر اس کے بعد مفتی صاحب کی پرانی ڈائریوں میں سے وہی بات نکل آئی جو میں نے بیان کی تھی۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ وہ ڈائری آج سے سال دو سال پہلے کی ان کتاب میں چھپی ہوئی موجود ہے۔ اور اس کے اندر وہ تاریخ تک محفوظ ہے جس تاریخ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بات فرمائی چنانچہ اس کتاب میں لکھا ہے کہ ۷/نومبر ۱۹۰۷ء کو گویا اپنی وفات سے صرف چھ ماہ پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔

"جس طرح کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے یوحنا نبی خدا تعالیٰ کی تبلیغ کرتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔ اسی طرح ہم سے پہلے اسی ملک پنجاب میں سید احمد صاحب توحید کا وعظ کرتے ہوئے سکھوں کے زمانہ میں شہید ہوگئے۔ یہ بھی ایک مماثلت تھی جو خدا تعالیٰ نے پوری کر دی"[۲۶]

یہ وفات سے صرف چھ مہینے پہلے کی بات ہے اور ۷/نومبر ۱۹۰۷ء کو ایسا فرماتے ہیں۔ اس کے بعد کا حوالہ تو اس ضمن میں کوئی مل ہی نہیں سکتا۔ پھر ایک دوست نے لکھا ہے کہ حقیقۃ الوحی میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایسا ہی تحریر فرمایا ہے۔ اور حقیقۃ الوحی بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آخری تصانیف میں سے ہے اور ۱۹۰۷ء میں چھپی ہے۔ گویا ایک طرف مفتی محمد صادق صاحب کی ڈائری ہے۔ جو ۷/نومبر ۱۹۰۷ء کی ہے۔ دوسری طرف حقیقۃ الوحی کی شہادت ہے۔ جو ۱۹۰۷ء کی ہے۔

تیسری طرف میری روایتیں ہیں جو بہرحال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آخری زمانہ سے تعلق رکھتی ہے پھر ہمارے سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بہت زیادہ روایات جمع کرنے والے دو شخص ہیں۔ مفتی محمد صادق صاحب اور شیخ یعقوب علی صاحب مفتی محمد صادق صاحب کی روایت مَیں بتا چکا ہوں۔ رہے شیخ یعقوب علی صاحب سو میں نے ان کی طرف بھی خط لکھا تھا کہ اس بارہ میں آپ کی کیا گواہی ہے۔ اس کے جواب میں انہوں نے لکھا ہے کہ آپ میری

گواہی تو حیدر آباد کے دوستوں سے پوچھ سکتے ہیں کہ میں نے ان کے سامنے اس بارہ میں کیا کہا ہے۔ میری یہ حالت تھی کہ جس دن الفضل میں مَیں نے مولوی ابوالعطاء صاحب کا یہ مضمون پڑھا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام قتل نہیں کئے گئے تو ایک شخص بشیر کنجاہی کو مَیں نے مخاطب کر کے کہا۔ جماعت میں ایک اور بڑا فتنہ پیدا کر دیا گیا ہے کیونکہ یہ امر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کے خلاف ہے گویا وہ کہتے ہیں میں نے مضمون پڑھتے ہی کہہ دیا تھا کہ یہ ہماری ساری عمر کے علم کے خلاف ہے ہم ہمیشہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سنتے آئے ہیں کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید کئے گئے تھے۔

مگر آج یہ بیان کیا جا رہا ہے کہ وہ شہید نہیں ہوئے یہ وہ دو شخص ہیں جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنا منکر نکیر کہا کرتے تھے۔ فرماتے تھے۔ اِدھر ہم بات کرتے ہیں اور اُدھر یہ اخباروں میں شائع کر دیتے ہیں میں نے کئی دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سنا ہے آپ فرمایا کرتے یہ ہمارے دو بازو بھی ہیں اور منکر نکیر بھی ہیں۔ بازو تو اس لئے کہ ان کے اخبارات کے ذریعہ دشمنوں کے حملہ کا رَدّ ہو رہا ہے اور منکر نکیر اس لئے کہ کوئی بات اِدھر ہمارے منہ سے نکلتی ہے اور اُدھر یہ اپنے اخباروں میں شائع کر دیتے ہیں جس سے دشمن بعض دفعہ فائدہ بھی اُٹھا لیتا ہے اور جب وہ اعتراض کرتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ نے فلاں بات یوں کہی ہے تو ہم حیران ہوتے ہیں کہ اسے کس طرح پتہ لگ گیا اور وہ جھٹ ڈائری نکال کر ہمارے سامنے رکھ دیتا ہے کہ فلاں وقت فلاں مجلس میں آپ نے یہ بات کہی تھی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان دونوں کا نام منکر نکیر رکھا ہوُا تھا۔

اب بھلا منکر نکیر سے زیادہ قابلِ اعتبار گواہی اور کس کی ہو سکتی ہے اس کے علاوہ میں نے اپنی گواہی بھی دی ہے اور بتایا ہے کہ وفات تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہی عقیدہ رہا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید ہوئے ہیں وہ حوالے جو اپنے اندر عمومیت رکھتے ہیں۔ ان سے مراد بعض جگہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنا وجود ہے جیسے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس امت کے بعض افراد کو مریم سے تشبیہہ دی ہے اور پھر کہا ہے کہ وہ مریم عیسیٰ سے حاملہ ہو گئی حالانکہ اس سے مراد آپ کی ذات ہی تھی۔

پس ایسے حوالوں میں یا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صرف اپنا ذکر کیا ہے۔ یا اُن انبیاء کا ذکر کیا ہے جو کبھی قتل نہیں ہو سکتے جیسے سلسلہ کا پہلا اور پچھلا نبی اور یا پھر اس سے مراد وہ انبیاء ہوں گے جو خواہ درمیانی زمانہ میں آئیں مگر اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت کا وعدہ کر دے۔ اور میں بتا آیا ہوں کہ ایسا وعدہ اگر کسی مومن سے ہو جائے تو اسے بھی کوئی قتل نہیں کر سکتا۔ آخر نہ مارا جانا انبیاء کے لئے شرط نہیں۔ کئی مومن بھی ایسے ہو سکتے ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ یہی وعدہ کر دے اور اگر کسی مومن کے ساتھ اللہ تعالیٰ ایسا وعدہ کر دے تو پھر اسے بھی کوئی قتل نہیں کر سکتا۔

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد قادیان میں طاعون کی بعض وارداتیں ہوئیں۔ مجھے بھی اتفاقاً بخار ہو گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی ران میں درد محسوس ہونے لگا۔ میں نے سمجھا شاید طاعون ہونے لگا ہے۔ یہ خیال آتے ہی میرا وہم بڑھنا شروع ہؤا اور مجھے سخت فکر اور قلق محسوس ہوا اور میں نے اپنے کمرہ کے دروازے بند کر دئے اور سجدہ میں اور اللہ تعالیٰ کے حضور گر گر دعا کر رہا تھا میری آنکھیں کھلی تھیں اور میں کامل بیداری کی حالت میں تھا میں نے کیا دیکھا کہ ایک سفید اور نہایت چمکتا ہؤا نور ہے جو نیچے سے آتا ہے اور اوپر چلا جاتا ہے وہ نور ایک گول ستون کی شکل میں ہے۔ جیسے اس مسجد (اقصیٰ) میں گول ستون ہیں اسی طرح وہ نور کا ایک ستون ہے جو نہایت ہی براق اور سفید ہے اس نور کے ستون نے اوپر کی طرف بڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ چھت پھاڑ کر باہر نکل گیا۔ پھر اور زیادہ اوپر کی طرف بڑھا یہاں تک کہ بالا خانہ کی چھت کو پھاڑ کر بھی نکل گیا۔ اسی طرح وہ نور کا ستون اونچا ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ میں نے سمجھا اب یہ غیر محدود فاصلہ تک پہنچ گیا ہے۔

پھر جب میں نے نیچے کی طرف خیال کیا تو اس کی ابتداء کا بھی کوئی پتہ نہ چلتا تھا گویا وہ ایک ایسا نور تھا جس کی نہ ابتدا تھی نہ انتہاء جب اس طرح وہ زمین کی پاتال سے لے کر آسمان کی انتہاء تک پہنچ گیا تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ اس نور میں سے ایک نہایت سفید اور نورانی ہاتھ نکلا ہے اور اس نورانی اور سفید ہاتھ میں ایک سفید اور براق پیالہ ہے اور اس سفید اور براق پیالہ میں نہایت سفید اور براق دودھ ہے اور مجھے کسی نے کہا کہ اسے پی لو۔ چنانچہ میں اس دودھ کو پی گیا۔

جب میں نے تمام دودھ پی لیا تو معاً میری زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے کہ اب میری امت بھی کبھی گمراہ نہیں ہوگی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق احادیث میں آتا ہے کہ معراج کی رات آپ کے سامنے ایک شراب کا پیالہ اور ایک دودھ کا پیالہ پیش کیا گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ کا پیالہ پی لیا اور شراب کا پیالہ ردّ کر دیا۔

اس پر جبرائیل نے کہا آپ نے اچھا کیا جو دودھ کا پیالہ لیا اور شراب کا پیالہ نہ لیا۔ کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی امت کبھی گمراہ نہیں ہوگی۔ [۲۷] اسی طرح میں نے اس وقت دودھ کا پیالہ پی کر کہا اب میری امت بھی کبھی گمراہ نہیں ہوگی۔ یہ استعارہ ہے جو میری زبان پر جاری ہؤا۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ میں نبی بن گیا۔ مطلب یہ ہے کہ میرے شاگرد، میرے مرید اور میرے اتباع بھی کبھی گمراہ نہیں ہوں گے۔ اور یہ مقام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ظلی طور پر مجھے حاصل ہؤا ہے یہ نظارہ دیکھنے کے معاً بعد مجھے آرام ہوگیا۔ اور میں نے دیکھا کہ نہ مجھے بخار ہے اور نہ کہیں درد کی شکایت۔

تو اس وقت اس رؤیا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہی بات بتائی کہ تمہیں طاعون نہیں ہے اور تم اس سے محفوظ رہو گے۔ حالانکہ یہ کوئی ضروری تو نہیں کہ کسی مومن کو بھی طاعون نہ ہو کئی مومن ہیں جو طاعون سے شہید ہوتے ہیں۔ لیکن مجھے اللہ تعالیٰ نے یہی بتایا کہ تمہیں طاعون نہیں ہے کہ تم اس سے بفضلہٖ محفوظ ہو۔ اسی طرح بعض دفعہ مومن بھی اللہ تعالیٰ کے وعدہ کی بناء پر کہہ سکتا ہے کہ مجھے کوئی قتل نہیں کرسکتا۔ اور پھر واقع میں کوئی دشمن اسے قتل کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ مگر یہ امر یاد رکھنا چاہیے کہ انبیاء کا قتل شاذ و نادر ہوتا ہے اسی لئے میرا طریق اور علماءِ سلسلہ کا بھی یہی طریق رہا ہے کہ قرآن کریم میں انبیاء کے متعلق جب قتل وغیرہ کے الفاظ آئیں تو ہم ان کی تاویل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قتل سے مراد کوششِ قتل یا ارادہ قتل ہے کیونکہ وہاں عام لفظ ہیں اور خطرہ ہوتا ہے کہ لوگ اس کے مضمون کو عام نہ کر دیں۔

لیکن اس کے یہ معنے نہیں کہ ہم انبیاء کے متعلق قتل کی کلیتہً نفی کر دیں۔ جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو بھی بعض دفعہ شکست ہوئی ہے مثلاً اُحد کے موقع پر۔ گو میرا احساس یہی ہے کہ میں اُحد کی شکست کو بھی فتح ہی سمجھتا ہوں اور حقیقت بھی یہی ہے مگر پھر بھی اس وقت

حالات ایسا رنگ پکڑ گئے تھے کہ تھوڑی دیر کے لئے مسلمانوں کی فتح شکست میں بدل گئی تھی لیکن اس کے یہ معنے نہیں کہ ہم اس واقعہ پر زور دینے لگ جائیں۔ استثنائی حالات اور ہوتے ہیں۔ اور قاعدہ کُلّیہ اور ہوتا ہے۔ اسی طرح عام قاعدہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کی تائید کرتا اور انہیں دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رکھتا ہے لیکن استثنائی طور پر بعض انبیاء قتل بھی ہو جاتے ہیں۔ پس چونکہ انبیاء کا قتل نہایت ہی شاذ ہوتا ہے اور دشمن کو اس طرح بہت بڑی خوشی حاصل ہوتی ہے اس لئے ہماری کوشش یہی ہوتی ہے کہ شاذ کو شاذ ہی رہنے دیں اور اسے وسیع نہ کریں۔

ایک دوست نے لکھا ہے یَقۡتُلُوۡنَ النَّبِیّٖنَ [۲۸] کہ وہ نبیوں سے لڑتے ہیں مگر آج یہ معنے کئے جاتے ہیں کہ وہ نبیوں کو قتل کرتے تھے۔ اس کا جواب یہی ہے کہ جس طرح پہلے یہ معنے پڑھائے گئے تھے اسی طرح اب بھی یہی پڑھائے جاتے ہیں اور آئندہ بھی یہی پڑھائے جائیں گے مگر جب حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ذکر آئے گا۔ تو پہلے بھی یہی کہتے تھے اور اب بھی یہی کہیں گے کہ وہ شہید ہوئے ہیں مگر بایں ہمہ ہم اللہ تعالیٰ کے انبیاء کے متعلق کوئی ایسی بات گوارا نہیں کر سکتے جس سے ان کی توہین ہو یا جس میں ان کی سُبکی ہو۔ چونکہ قتل میں انبیاء کی ایک طرح کی سُبکی ہوتی ہے اور دشمن کو خوشی کا سامان ہاتھ آتا ہے اس لئے ہماری کوشش یہی ہوتی ہے کہ جہاں نبیوں کے عام ذکر کے ساتھ قتل کا لفظ آئے وہاں اس کے معنے ارادہ قتل یا کوششِ قتل یا لڑائی جھگڑے کے کریں تا کہ شاگرد پر یہ اثر نہ ہو کہ شاید نبیوں کا قتل کوئی معمولی بات ہے۔ مگر مومن کا یہ بھی کام ہے کہ جہاں خدا اسے کہے کہ فلاں نبی قتل ہؤا ہے وہاں اس حقیقت کا بھی اظہار کر دے۔

پس مَیں نے ضروری سمجھا کہ اس حقیقت کو واضح طور پر احباب کے سامنے رکھ دوں میں نے اس ضمن میں بہت سی شہادتیں بیان کی ہیں۔ صحابہ میں سے ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب۔ میر مہدی حسین صاحب۔ حافظ محمد ابراہیم صاحب، مفتی محمد صادق صاحب اور شیخ یعقوب علی صاحب کی شہادتیں بیان کی ہیں اپنی شہادت بھی بیان کی ہے۔ اور پھر بتایا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں میں بھی یہی مسئلہ بیان ہؤا ہے حتّٰی کہ حقیقۃ الوحی میں بھی جیسا کہ ایک دوست نے لکھا ہے کہ یہی بات بیان کی گئی ہے۔ پھر تاریخ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے احادیث میں

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی بات بیان فرمائی ہے پھر جیسا کہ میں نے بتایا ہے جیوش انسائیکلو پیڈیا میں جوزیفس نامی مشہور مؤرخ کے حوالہ سے بھی اسی حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے۔

اسی طرح یہودیوں مسیحیوں اور رومیوں تینوں قوموں کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ حضرت یحیٰی علیہ السلام قتل کئے گئے ۔ اتنی بڑی شہادتوں کے بعد یہ بالکل ناممکن ہے کہ قتلِ یحیٰی کا انکار کیا جاسکے۔ اور اگر کوئی شخص اتنی بڑی شہادتوں کے بعد بھی شُبہ کی گنجائش نکالتا ہے تو اس کے لئے دنیا میں کسی ایک صداقت کا معلوم کرنا بھی ناممکن ہے کیونکہ ہر صداقت انہی ذرائع سے ثابت ہوتی ہے۔ اور اگر ان ذرائع اور شواہد کا انکار کر دیا جائے تو پھر کوئی صداقت ثابت نہیں ہوسکتی۔'' (الفضل ۱۷؍ستمبر ۱۹۳۸ء)

۱؎ متی باب ۱۴ آیت ۱ تا ۱۲۔ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی لنڈن ۱۸۸۷ء (مفہوماً)

۲؎

۳؎ شعب الایمان لِلْبَیْھقی جُز ۷ صفحہ ۳۱۸ دار الکتب العلمیة بیروت لبنان مطبوعہ ۱۹۹۰ء

۴؎ مستدرک حاکم جُز ۳ صفحہ ۵۵۵ کتاب معرفة الصحابة باب ذکر عبداللہ بن زبیر

۵؎

۶؎

۷؎ اٰل عمران: ۱۱۳

۸؎ حمامة البشریٰ صفحہ ۴۸، ۴۹۔ روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۲۱۴، ۲۱۵

۹؎

۱۰؎

۱۱؎ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۵۲ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۳۳۸

۱۲؎ اعجاز المسیح۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۱۵، ۱۶۔ ایڈیشن ۲۰۰۸ء

۱۳؎ تذکرة الشہادتین صفحہ ۹۴۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۹۴

۱۴؎ حقیقة الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲۔ حاشیہ صفحہ ۳۵۰

۱۵؎ حقیقۃ الوحی ۔روحانی خزائن جلد ۲۲ حاشیہ صفحہ ۳۵۰، ۳۵۱

۱۶؎ حقیقۃ الوحی ۔روحانی خزائن جلد ۲۲ حاشیہ صفحہ ۳۵۱

۱۷؎ ضمیمہ براہین احمدیہ حصّہ پنجم ۔روحانی خزائن جلد ۲۱ حاشیہ صفحہ ۳۳۷

۱۸؎ براہین احمدیہ حصّہ پنجم ۔روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۳۴۵

۱۹؎

۲۰؎ النسآء:۱۵۸

۲۱؎ وَاِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَ اُمِّیَ اِلٰـھَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ (المائدہ:۱۱۷)

۲۲؎ وَ قَالَتِ الْیَھُوْدُ عُزَیْرُ نِ ابْنُ اللّٰہِ (التوبۃ:۳۰)

۲۳؎ النسآء:۱۵۹ ۲۴؎ اٰل عمران:۵۶ ۲۵؎ المائدہ:۱۱۸

۲۶؎ ذکرِ حبیب از حضرت مفتی محمد صادق صاحب ۱۴۹، ۱۵۰

۲۷؎ بخاری کتاب مناقب الانصار باب المعراج

۲۸؎ البقرۃ:۶۲